



نوجوانوں کے دوست اور ہمدرد

جاگو جگاؤ شہید محمد سمیع کی یاد رہنے والی باتیں

تم نے ایک صفحہ بہت سنا ہوگا " کام چوری " آئی، آج اس صفحہ کے صفحہ نمغور کریں۔ کام چوری کا ایک مطلب تو ہے کام سے نفی کرنا، لیکن اصل میں کام چوری اس آوی کو کہتے ہیں جو کسی کام کا معادہ فرما دے اور لیکن کام دل کا کر، محنت سے اور چارہ نہ کرے۔ ستر روٹ میں اور بے شدہ اجرت اور معادہ میں سے ان کا کام نہ کیا جائے جتنا کرنا چاہیے تو یہ کام چوری ہوئی۔ کام میں شستگی اور وفا کی برائی جائے۔ کام دہر سے پورا کیا جائے تو یہ بھی کام چوری ہوئی۔ کام چوری ایسی کہ اگر کام اس طرف سے نہ کیا جائے یعنی غلطی سے کرنا ہے تو یہ بھی کام چوری ہی کہہ سکتی۔ کام چوری ایک تری نوا بات ہے۔ کام چوری ایک طرف کی غیبت بھی ہے۔ جس کام کو تم نے معادہ کیا ہے، وہ کام بھی اس آوی کی امانت ہے، جس نے معادہ کیا ہے۔ اب اگر تم نے کام بچ نہیں کیا تو یہ امانت میں کیا حالت ہوئی۔ کام چوری ایسی غیبت ہے جس میں محنت اور چوری کی ترائیاں شامل ہیں۔ کام چوری سے حاصل کیا ہوا ارتزاق بھی سلاں نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ایمان والو! تم آج میں ایک دوسرے کا مال کا حرام طریقے سے منت لگادو" (سورہ بقرہ: ۲۸)

اگر تم ذرا سماجی غور کرو تو محسوس آج کل اپنے چاروں طرف کام چوری عام ملے گی۔ غلامی بھی کام چوری کرتا ہے۔ حرازدار بھی اس کو شغل میں رہتا ہے کہ تم سے کم کام کرے۔ دو کام میں غلطی پیدا کر کے اس کی کوشش نہیں کرتا۔ اگر ایک استاد اپنے شاگردوں کو محنت اور محنت سے نہیں بڑھا تو یہ بھی کام چوری ہی ہوئی۔ کام چوری کو کام نہ سمجھتے ہو۔ کام کرنے کا شوق پیدا کرو۔ جب شوق ہوگا تو کام کرنے میں حذر آئے گا اور کام پائی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔

(ہمدرد نوجوان، ۱۹۹۶ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سیر فری

اس صفحہ کا خیال

سورہ نور کی

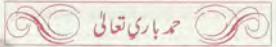
گہرائی کا اندازہ کرنا کہ یہ کتنا بڑا اور کتنا بڑا ہے

اسلام بیکر سورہ نور پر پیش جانے کے لیے چاروں ایک ایک اور بات کے ساتھ کی اطلاع ملی کہ آپ کے محبوب قسم کا سید "سورہ نور" کی کوٹھ لے اپنے پاس لکھا ہے، ان شاء اللہ علیہ السلام۔ وہ میرے ساتھ رہے۔ ہر شکر کہ دیکھ دو باپ ہوتے ہیں، دیکھ دو جو اس کی پرورش کرتا ہے، اور اس پر اس کی تربیت کرتا ہے، اسے اس کا خوش نصیب کوٹھ کے میں سے مٹاتے ہیں۔

برکاتی صاحب فارماست ۱۹۳۰ء کو ہندوستان کی ریاست کوٹھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا گھرانہ علم و ادب کی روشنی سے منور تھا۔ چودہ سال کی عمر میں اپنے دادا علامہ حکیم برکات احمد کے نام پر "امیر کات" کے نام سے ایک ماہر اور رسالہ جاری کیا۔ اردو، فارسی، انگریزی اور عربی کے علاوہ عربی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ انجمن ترقی اردو کے رسالے "معاذات" میں شائع ہوا مضامین لکھتے رہے، جنہیں اسے اردو مولوی محمد اعلیٰ نے بہت پسند کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں اردو ہمدرد سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۴ء تک آپ کے رسالے "ہمدرد نوجوان" سے شکر رہے۔ آل پاکستان تہذیب و سوانحی کی طرف سے ۱۶ مارچ ۱۹۹۶ء کو سب سے پہلے پروفیشنل لائبریری میں شائع ہونے والی کتاب۔ وہ محنت سے مصنف "ہمدرد" کے ایک رسالے "ہمدرد محنت" کے مدیر تنظیم بھی تھے۔

دراختلاف علمی و ادبی اور سماجی اداروں اور انجمنوں کے رکن بھی تھے۔ انھوں نے جو ان ملک مختلف علمی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں بھی شرکت کی۔ وہ اقوام متحدہ کے ادارے "یونیسکو کے چارٹر" "کورس" کے اردو پرائیڈیشن "پائی" کے شریک مدیر ہے۔ برکاتی صاحب نے بے شمار علمی و تحقیقی نفاذات اور محنت سے مصنف مضامین لکھے۔ ان کی اہم تصانیف "تالیفات اور تراجم میں جو ہر طرفی محنت کی اللہ ہے، وہ مسافر دو ملک (سفر نامہ)، موتی کوٹھ کا خواب، چاروی کی پہاڑی لڑکی، چاروں خواہشیں، تین، زندگی، ایک کلارا راز، محنت کے ۹۹ نکتے اور چاروں خواہش ہیں۔

ہمدرد پاکستان شہید محمد سمیع کے دوست تھے۔ بہت سے علمی و ادبی محنت تھے۔ ۲۰۰۸ء کو ہمدرد انھوں نے کس چھٹی تھی سے محنت ہوئی تھی کی ہم سب کے لیے ہمدرد سے شکر و محنت کے ذریعہ انھوں نے انھیں کے محنت کے شریک بن چکا تھا کہ ہیں کاشفی اس سے سب کے لیے ہمدرد بن جائیں۔ ۵



ریاض حسین قبر

دونوں عالم کی ہر اک شے پہ حیرا اختیار
تو ہے معجز حقیقی اسے مرے پروردگار

اسے مرے خالق، مرے رازق، مرے مالک خدا
میں ہوں صدیاں کے معجز میں دگر ہے میرا رازِ ایاں

بے ریا اپنی عبادت کی مجھے توفیق دے
کچھ نہیں ہے چند روز زندگی کا اختیار

اپنے گھر کی حاضری لگھ دے مقدر میں مرے
مجھ کو اپنے گھر ۱۱۱ زندگی میں جاں بار

سر فرود ہو جاؤں گا میں قبرِ اسودِ چرم کے
پھر دیارِ مصطفیٰ میں بکلی کر یاؤں قرار

سکھی باتیں ہیں کروں گا جا کے ان کے رو برو
الٹائیں ہیں مرے بے تاب دل میں بے شمار

پھر جنہیں سائی نہیں کرتا کسی دور پر گھر
جبک گیا جو حیرے دور پر ہے دل سے ایک بار



مرحوم
سید مسعود احمد برکاتی
بچے تھوڑے

سید مسعود

شہید نیکم محمد سعید کے والد اور تخلص ساجدوں کی قبرست میں سید مسعود احمد برکاتی صاحب کا جنم
میں ہوا تھا۔ سید مسعود احمد برکاتی صاحب ۱۵ اگست ۱۹۳۰ء کو، پراست ٹوٹک میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۲ء
میں دھور (وٹک) اور دھور ڈوڈا ٹوٹک سے شغف ہونے اور شہید نیکم محمد سعید کے شائد ہونے لگی۔ بعد کا
آواز کیا۔ ساجد طغیانی اور میرزا دھور دھور میں شہید نیکم محمد سعید کے منسوبوں پر عمل کرتے تھے۔

سید مسعود احمد برکاتی صاحب نے تقریباً ۱۹۵۵ء میں تک دھور دھور سے لے کر لکھنؤ تک
کی اور شہید نیکم محمد سعید کی وفات میں ایک طویل سفر طے کیا، جو مسلسل جنگ و دو سے عبارت ہے۔ شہید
نیکم محمد سعید کی عید مسلسل میں سید مسعود احمد برکاتی صاحب نے بہت ساتھ دیا اور انسانی امور کی اہم
دے اور ان کو کوئی اہم کام دیا۔ ۱۹۵۳ء میں جب نیکم صاحب نے "دھور دھور" کی ادارت کی وہم
دے داری ان کے سپرد کی تو انہوں نے جی انتہائی لگات اور خوش اسلوبی سے اسے بھی نبھایا۔ وہ "دھور دھور" کی
کی ادارت سے وابستگی کو اپنے لیے قلمی سرگرمیاں سمجھتے تھے۔ اس دہائی کے اواخر میں انہوں نے بچوں کی
بحرور توجہ کی۔ اس دور میں بچوں کے کارنامے شائع ہوتے تھے، بچوں کی باتیں، بچوں کی باتیں، بچوں کی باتیں اور
بچوں کی باتیں سے متعلق کہانیاں چھاپ کر انہیں خوش کرتے تھے، لیکن "دھور دھور" کی "بچہ بچہ" سارا قلمی میں
تاریخی، سبق آموز اور مسلمانوں کے کارنامے لکھنا، بچوں کی باتیں چھپتی تھیں اور بچوں کی باتیں۔ یہ وہ منزل

رہا ہے جس نے بچوں کو مار دیا تھیں اور بولنے کا بیڑا کھانیا اس رسالے کے قسط سے لاکھوں بچوں کے ہاں
 میں اس سلسلہ پاکستان مشرقی اقدار کے لیے بہت وقفیت کے جذبات پیدا ہوئے اور ابھی بچے جب پڑھتے
 ہوتے تو انھوں نے ان جذبات کو آنے والی نئی نسلوں کو منتقل کیا۔ بعد ازاں اس تاریخی رسالے "بہارِ صحت"
 کے بھی قسطیں لکھا جاتے تھے۔ یہاں سے ادبی نگاروں نے بڑی خوبی سے یہ کتاب اس رسالے کے ذریعے سے
 طب مشرقی کو فروغ دیا اور لوگوں کے ہاں میں اس طب سے بہت پیدا کی۔

اور وہ میں بچوں کے لیے پہلا سطرانہ کہنے کا اعزاز بھی مرحوم سید مسعود احمد برکاتی صاحب کو
 حاصل ہے۔ انہیں کا کرناٹ فبیڈ ٹیکم جو سعید کو جاتا ہے اس لیے کہ انھوں نے جس کے سوس میں انہیں مشورہ
 دیا تھا کہ جس کو پہنچنے کی خوشی لینے، جس اور پاکستان کا سطرانہ کہیں۔ مسعود احمد برکاتی صاحب نے ان
 کے مشورے پر عمل کیا اور "دو سطرانہ" کہہ "بہارِ صحت" جو دو سطرانہ ۱۹۸۳ء میں دہرا میں آیا۔

مسعود احمد برکاتی صاحب علی چودھری یحییٰ دیکھتے تھے۔ انھوں نے ادارے کے انتظامی
 معاملات میں حکیم صاحب کی بہت مدد کی اور انھیں طب مشورہ سے بھی آواز۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مرحوم نے
 حکیم صاحب کے مشق کو نہ صرف جاری رکھتے، بلکہ اسے آگے بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ سرمدی
 مشیت سے انھوں نے شعبہ ادارت میں بھی پوری طرما علم و عمل قائم رکھا اور خود کو ایک ایسا منتظم بنا دیا
 کہ اسے کمالی کوئی نہ انھوں کے لیے کی اچھے انگریزی زبانوں کے ڈرامہ کیے جن میں بچوں نے بہت پسند کیا۔

مرحوم مسعود احمد برکاتی صاحب نے یہ دن سماج میں کی ملی کالونوں اور بیماروں میں
 شرکت کی، بعد ازاں کی ادارہ دار سے کی طرف سے فکری مشاورت پیش کیے اور پاکستان اور دور دورہ فائن
 پاکستان کا بہترین طبیب۔ فبیڈ ٹیکم جو سعید کے علم و ادب کے کارناموں میں مسعود احمد برکاتی صاحب بھی
 "دو اداریہ اور استواری اصل ایسا ہے" کی صورت شریک نظر آتے ہیں۔ فبیڈ ٹیکم جو سعید کی طرما
 بھی تاریخی کا حصہ بن چکے ہیں۔ ادارے دنوں میں ان کا احترام ہمیشہ برقرار رہا ہے گا۔ میں ان کی خدمات
 پر دل کی گہرا محبت سے انھیں ادا کرتا ہوں۔ ان کی عمر کوئی دن دہائی کی عمر تک کی و ماکرتی ہوں۔

استاد محترم

سیر فرنی

پاش حقیقت ہے کہ وہاں میں آنے والے ہر بچہ کا کراپے مشورہ کے پاس دانا مشورہ جاتا ہے۔
 یہ بچہ لوگوں میں چھوٹی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جانے کے بعد ایسے نکلان اور ایسے کام
 جہاز جاتے ہیں۔ بہن کی بدولت وہ بہت سے لوگوں کے ہاں میں زندہ رہتے ہیں۔ "کام کام کام"
 کا کواظم کے اس مشورے پر غلوں دل سے مل کر نے والے اور وہ زبان کی آواز قائم رکھنے والے وقت
 کا فیک فیک استعمال کرنے والے انسانوں کی دل جوتی کرنے والے، مہمانوں کی بڑھائی کرنے
 والے، مہمانوں پر شفقت کرنے والے، معاشرے کی گمراہی پر انھوں کرنے اور اس کی بہتری کے لیے
 بڑھ کر کرنے والے یہ سب میرے آج بہتر حکیم مسعود احمد برکاتی حکیم میں نے اس لیے کہا ہے کہ میں
 نے شکست اور اتالی کی بہت ہی پاشیں ان سے ہی نکلی ہیں۔

میں بیکلی ہی زبان سے مل کر ان کے شکستہ انداز سے متاثر ہو گیا تھا۔ کیوں کہ ان میں راجی
 اثرات نشان مجھے نظر نہیں آتی۔ اور میں میری ماضیت کا آثار کچھ چھٹے قافلے سے ہوا۔ پھر انھوں نے
 مجھے پتہ چلنے کے لیے ایک عنصر متاثر کر دئی تھی۔ کام چوں کہ میرے حجاب کے مطابق تھا، لہذا جانتے
 اس کے کام میرے چچے ہاں، میں کام پکڑنے کے لیے اور اس کے چچے ہاں گئے گا۔ یہ کہ میری مرضی یہ
 کرنا تھا کہ آج بہتر حکیم کو صرف دو لوگ پسند تھے، جو کام سے نہ جانتے ہوں۔ اور ابھی اٹھ کام کرتے
 تھے۔ اپنی تاریخی کالون میں اور بڑا کام کر کے خود کو لینے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کام میں اس قدر مہنت
 ہو جائے کہ چھوٹی سولی تاریخی توجہ نہ پا کر خود ہماک جانتے۔ دیکھنا بہت سارا کام گھر لے جاتے اور
 اگر بھی دفتر سے پہنچی کرتے ہیں تو وہ بھی کام ہی کی وجہ سے کرتے تھے۔

انہیں ادارہ دار سے ملتی تھا۔ مگر ان کے سامنے کوئی گلا اور بولنے کا خطہ ہکا ڈونے تو فوراً اس
 کی چھک کر رہتے تھے۔ وہی اور بھگت کی مشورہات انھیں گہرا اپنی یاد میں۔ شاعر ہونے کے باوجود انھیں

وطن کی عزت

شہید عظیم محمد سعید

ایک نہایت درونگہ واقعہ مجھے یاد آتا ہے۔

لوہالو پاکستان سے ایک وفد روس گیا تھا۔ اپنے فرانکس ادا کر کے جب یہ وفد ہوئی چھوڑ کر واپس ہو رہا تھا تو جب وہ ہوئی کاؤنٹر پر آئے اور اپنا بل ادا کرنا چاہا تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ہر کسی کے بل میں ایک کپیل لکھا ہوا تھا اور اس کی قیمت مقرر کی ہوئی تھی۔ سب نے نہایت خاموشی سے پورا بل ادا کر دیا اور سر جھکا کر ہوئی سے واپس آ گئے۔ سر اس لیے جھکا رہا تھا کہ شرمندہ تھے۔ ان سب نے روس کے ہوئی کے کپیل دیکھ کر فیصلہ کیا کہ کپیل اپنے سامان میں باندھ لیں۔ ہر ایک نے کپیل باندھ لیا۔ ادھر یہ حرکت دہر کر رہے تھے اُدھر ان کو واچ (WATCH) کیا جا رہا تھا۔ پوشیدہ آئینہ ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ اس آئینہ نے ہوئی کے بل کاؤنٹر کو اطلاع دے دی۔

انھوں نے نہایت راز داری کے ساتھ بل میں کپیل کی رقم پر حامدی جو ان پاکستانیوں نے ادا کر دی۔ یہ ہوئی کی شرافت تھی کہ اس نے ان پاکستانیوں کو سہ عام پر نام نہیں کیا۔

جوتوں کے ٹیکوں جوڑے

اب لوہالو ایک حادثہ یہ پیش آیا ہے کہ پاکستان ایئر لائنز کا پہلا جہاز تاشقند گیا تھا۔ اس میں بڑے بڑے ڈی اٹر لوگ گئے تھے۔ اس جہاز میں وہ لوگ نہیں تھے جنہوں



کو جانتے ہیں اور تاشقند کو پہنچاتے ہیں۔ روس پہ جن کی ایک نہیں کئی کتابیں ہیں۔

خیر یہ وفد خیر سگالی کا تھا۔ یہ وفد عزت و ناموس پاکستان کا وفد تھا۔ یہ حکومت پاکستان کا وفد تھا۔ وسط ایشیا کی ایک آواز۔ ریاست ازبکستان سے گھر سے مراسم قائم کرنے کا وفد تھا۔ یہ پاکستان کے بلند مرتبہ سفیروں کا وفد تھا۔ یہ شرفائے پاکستان کا وفد تھا، مگر

لوہالو اس باوقار وفد کے ایک باوقار رکن نے تاشقند سے درجنوں ٹیکوں جوڑے جوڑے کے اپنے سامان میں بھر لیے۔ راز اس طرح فاش ہوا کہ ان باوقار انسان کے ہاتھوں سے وہ جو جوتہ سنبھلا۔ بڈلی کرے اور جوتے بکھر گئے۔

میرا اپنا ایک واقعہ

لوہالو! میں نے اس حادثے کا درد اپنے سینے میں شدت سے محسوس کیا ہے۔ پھر

مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ٹونہلواروس کی حکومت نے مجھے بین الاقوامی امن بیانا
ایوارڈ سے نوازا تھا۔ یہ نومبر ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔ میڈل کے ساتھ نقد رقم بھی تھی۔ بہت
سارے روش۔ میں نے نقد رقم کا اعلان نیٹے سی ویاں کے وہاں اعلان کروایا:
ہو اس میں سے آدھی رقم لینن گرا کے بچوں کے مرکز کو میری طرف سے بھجوا دیں۔
ہو آدھی رقم تہ شفق کے اکیسرونی انسٹی ٹیوٹ کو بھجوا دیں۔

جس شہر کے انسٹی ٹیوٹ کو یکم محمد سعید نے علمی کاموں کے لیے نقد رقم بھجوا دی
اسی شہر کے بازار میں پاکستان کے ایک باعزت انسان کے ہاتھوں گر کر سیکڑوں
جو تے بھر گئے!

ناموس پاکستان

ٹونہلوار اتر یاد رکھتا رہے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم پاکستان کی عزت کریں۔ پاکستان
کی عزت پر طرف نہ آنے دیں۔ پاکستان کی باندی کے لیے اپنی جان قربان کر دیں۔ ہم
ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جس سے پاکستان کی توہین ہوتی ہو اور بے عزتی ہوتی ہو۔
پاکستان کا مطلب ہم انسان ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں۔

اگر ہمارا اخلاق افسوس ہوگا، اگر ہمارا کردار کم زور ہوگا تو پاکستان بے عزت
ہوگا۔ ہم تو سر جاکیں گے مگر پاکستان تو رہے گا۔ اس رہنے والے پاکستان کو عزت دار
پاکستان ہونا اور رہنا چاہیے۔

☆☆☆

BAKE
PARLOR

ہوٹل کے سارے حصے
گھر پر لے آتے ہیں ایک پارلر کا ہے یہ کمال۔۔۔

2in1

Add a new twist to our Masala Mix
and try them with **Mutton or Beef**

12 Exciting Masala Mix in Mutton or Beef

Chicken Mutton, Beef Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton, Chicken Mutton





”سرا! آپ یقین کیجیے، میں خود اس کے گھر گیا ہوں۔ اس کی والدہ سے ملا ہوں۔ وہ زندہ اور اچھی بھلی ہیں اور کسی بیماری وغیرہ میں بھی مبتلا دکھائی نہیں دیتی۔“

ارسلان کی بات سن کر کنگھی کے مالک وحید صاحب نے کہا: ”کوئیے میں شہل کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ بظاہر تو وہ بہت شریف انسان معلوم ہوتا ہے، لیکن وہی بات ہے کہ کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا کہ اندر سے وہ کیسا ہے۔ یہ تو وقت، حالات اور تجربہ بات ہی بتاتے ہیں کہ کسی کی اصلیت کیا ہے، لیکن شکر ہے ارسلان اتم نے مجھے آگاہ کر دیا۔“

”سرا یہ تو میرا فرض تھا۔ میں آپ کو شہل کے متعلق مزید معلومات بھی فراہم کرتا

مرزا غالب اور ملازمت

الطاف حسین حالی

۱۸۴۲ء میں جب بہارستان کا دفنی کالج نئے اصولوں پر قائم کیا گیا تو سیکرٹری گورنمنٹ بہار، مسٹر تھامس ڈرہین کے اندرج کے لیے دفنی آئے۔ وہ چاہے تھے کہ جس طرح سوہنے ماہوار کا ایک عربی مدرس کالج میں مقرر ہے، اسی طرح ایک فارسی کا مدرس بھی مقرر کیا جائے۔ لوگوں نے مرزا غالب، مومن خان مومن اور مولوی امام بخش کا ذکر کیا۔ سب سے پہلے مرزا غالب صاحب کو بلا دیا گیا۔ مرزا پاگل میں سوار ہو کر سیکرٹری صاحب کے محلہ کے پر پہنچے۔ صاحب کو اطلاع ہوئی، انھوں نے فوراً بلا دیا، مگر مرزا غالب پاگل سے اتر کر اس انتھار میں کھڑے رہے کہ دستور کے مطابق سیکرٹری صاحب انھیں لینے کے لیے خود آئیں گے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور صاحب کو معلوم ہوا کہ مرزا غالب اس وجہ سے اندر نہیں آئے تو وہ باہر چلے آئے اور مرزا سے کہا: ”جب آپ وہاں گورنری میں تشریف لائیں گے تو آپ کا اسی طرح استقبال کیا جائے گا، لیکن اس وقت آپ نوکری کے لیے آئے ہیں، اس موقع پر وہ دیر تا دیر نہیں ہو سکتا۔“

مرزا صاحب نے کہا: ”گورنمنٹ کی ملازمت کا ارادہ اس لیے کیا ہے کہ ملازمت کو زیادہ ہوا اس لیے نہیں کہ موجود ملازمین میں بھی فرق آئے۔“

صاحب نے کہا: ”ہم قاعدے سے مجبور ہیں۔“

”مجھ کو اس خدمت سے عاف رکھا جائے۔“ مرزا صاحب نے کہا اور واپس چلے گئے۔

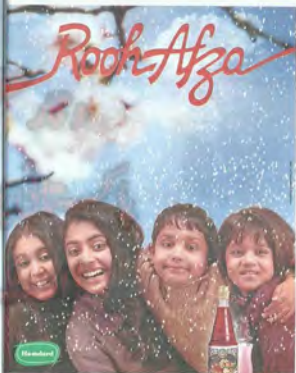
☆☆☆



رہوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی فرم کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ آپ نے مجھے سہارا دیا اور اس برانچ میں ملازمت دے دی۔ میں آپ کا یہ احسان بزرگ نہیں بھولوں گا اور خداوند کرے کہ میں شغل کی طرح کبھی آپ کو دھوکا دوں۔"

"نہیں، نہیں میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ شغل دغا باز ہے۔ میں نے اُس پر پورا بھروسہ کیا تھا۔ اُس کو اپنے پاس اپنی فرم میں رکھ کر اس کی دیانت داری کو آزمایا بھی ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو تھوڑے سی عرصے میں ہی کارآمد ثابت بھی کیا، اسی لیے میں نے اُسے دوسرے شہر میں برانچ کھولنے کا موقع فراہم کیا اور اُس نے اس کام کو بخوبی سنبھال بھی دیا مگر اس سال تو ہماری دو برانچ بہت سی خسارے میں جا رہی ہے۔ تمہیں وہاں کیسے کا متھد بھی لگتا ہے کہ اگر اس برانچ میں بد نظمی ہو رہی ہے تو اُن کی چھان بین کی جائے۔"

ماہنامہ ہمدرد، ۲۳ جنوری ۲۰۱۸ء



Hamdard

Sardi Mubarak

Qamari doudh Rosh Afza aur dry fruits se banaya hua meetha shirka karam.

EBH

The preferred brand of Winners.

EBH Girls EBH Boys

ENGLISH BOOT HOUSE (Pvt) Ltd.

ٹائٹل نے ہی اس برانچ کا آغاز کیا اور جلد ہی بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے مگر گزشتہ سال کے آخر سے اس کی والدہ کی بیماری کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ وہ کام پر توجہ ہی نہ دے سکا۔ اس نے اپنی ماں کے علاج معالجے کے لیے مجھ سے بہت سا قرض بھی لیا ہے اور ماں کے ساتھ اس کی چار داری میں مصروف رہنے کے باعث بہت سی کاروباری ملاقاتیں اور کام بانی کے مواقع ضائع کر دیے، چنانچہ اس سال تو یہ برانچ خسارے میں چلی گئی ہے۔ سال کے شروع میں والدہ کی بیماری کی وجہ سے ٹائٹل نے کام پر توجہ نہ دی اور پھر آخر آخر آئی کہ والدہ انتقال کر گئیں اور اس طرح اس نے ایک بار پھر میرے ایک ہفتے کی جھلسی کی کہ والدہ کو آپالی گاؤں میں سپرد خاک کرنا ہے۔۔۔ اور اب تم نے یہ بات بتا کر مجھے حیران کر دیا ہے کہ ٹائٹل کی والدہ زندہ ہیں اور تم خود ان سے ملے بھی ہو۔“

”بی بی سرا میں بھلا آپ سے کیوں لڑائی جاتی کروں گا۔ ٹائٹل نے مجھے خود یہ کہہ کر ملوایا کہ یہ میری والدہ ہیں۔ سرانیک بات اور بھی بتاتا چلوں کہ میں جتنی دیر ان کے پاس بیٹھا ٹائٹل کی والدہ نے ایک لٹکے بھی نہ کہا، یہاں تک کہ میرے سوال کرنے پر بھی وہ خاموش رہیں، بس ٹائٹل نے یہ بتایا کہ میری والدہ کم ہی بولتی ہیں۔“

”چلو لیک ہے، پھر بات کریں گے، میرے لیے یہی انکشاف بہت بڑا ہے کہ اگر ایک شخص کی والدہ زندہ ہیں تو بھلا اپنے ننگ کے لیے وہ اسے پہلے بیمار اور پھر مر جوم کیوں کہے گا۔ ٹائٹل نے تو باقاعدہ تحریری طور پر مجھ سے پمپنی طلب کی تھی، اسی بنا پر کہ اس کی والدہ انتقال کر گئی ہیں۔ وہ اسی مکتبہ آج بھی میرے لیپ ٹاپ میں محفوظ ہوں گی۔ خیر، اب کچھ سامنے آنا شروع ہو گیا ہے۔ میں نے تو تمہیں اس غرض سے اس برانچ میں نہیں

بیجا تھا کہ تم شکل کی چھان میں کرو، لیکن یہ اچھا ہی ہو گیا ہے گا کہ وہ میرے استاد کو گھسیں
 پہنچا رہا ہے اور جو کچھ تم نے بتایا وہ سچ ہوا تو پھر شکل کو ان تمام باتوں کی وضاحت کرنی
 ہوگی۔ میں کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی مجھے دھوکا دے۔"
 "سر! میں اپنی آخر دم تک آپ کا مددگار رہوں گا۔"

ارسلان کو اس فرم میں آئے وہ نے تھوڑا سی عرصہ ہوا تھا۔ کام اور ڈسٹ واری تو
 اس کی کچھ اور تھی مگر اس نے خود ہی یہ فریڈر سرائیام دینا شروع کر دیا کہ اس بڑا بچہ کی تمام
 رچ رٹ کتنی کے مالک و حید صاحب تک پہنچاے۔ اس نے پہلے دن سے ہی خود کو شکل کی
 جگہ پر برا بھلا نہیں سمجھتا کہ شروع کر دیا تھا۔ شکل کو بخیر کی جانب سے کار ملی ہوئی تھی، اسی
 طرح دیگر بہت سی سہولیات بھی اسے میسر تھیں۔ اس کا دفتر جو اس نے اس شہر میں منتقل
 ہونے کے بعد خود تیار کروایا تھا، بے انتہا خوب صورت اور عالی شان تھا۔ اس کے مانت
 سات لوگ تھے اور اب آٹھواں ارسلان بیٹا آفس کی طرف سے یہاں تعینات ہوا تھا۔
 شکل کو تو ارسلان کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا، بلکہ اسے خوشی ہوئی تھی کہ ایک اور
 ملازم کے اضافے کے باعث کام میں بہتری آئے گی، کیوں کہ گزشتہ چند ماہ میں وہ اپنی
 والدہ کی وجہ سے کام پر توجہ نہ دے سکا۔ چنانچہ کتنی کوتاہیاں بھی ہوئی اور خود کو شکل کو اپنی
 ماں کے منجھکے علاج کے باعث قرض لے کر پڑا، تاہم ماں بھر بھی بچہ نہ لکھیں۔

شکل کے والد کچھ عرصے پہلے وفات پا چکے تھے۔ جب سے وہ حید صاحب کی
 کتنی میں کام کر رہا تھا اور پھر شکل کی کارکردگی، وہ داری اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے اسے
 ایک دوسرے شہر میں برا بھلا کھولنے کی ڈسٹ واری دی گئی۔ شکل کی ابھی شادی نہیں ہوئی

تھی۔ صرف ایک بوجھ میں تھیں، جنہیں کینسر کی موادی جاری لاق ہو گئی۔ شکل ابھی
 جانے کی ہرج ہرج کر رہا تھا، کیوں کہ اس کی گھل کاناٹ اس کی ماں ہی تھی، مگر کچھ
 عرصے بعد خدائے اس کی ماں کو اپنے پاس بلا لیا۔

ماں کے جانے کے بعد شکل کو گھر کی چھائی کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی اور وہ ہر
 وقت اپنی ماں کے ٹم میں بے حال رہتا تھا۔ دن بھر آفس کا کام کرتے ہوئے مصروفیت میں
 وقت آسانی سے گزر جاتا، لیکن جب شام کو گھر لوٹتا تو اسے مل جل جلانے کی بات تھی۔ وہ
 بار بار اسوہا نے لگتا، مگر کچھ جانتے والے واپس تو نہیں لوٹتے۔ بس یہی سوچ کر وہ اپنے
 آپ کو قہقہے دے رہا۔

ایک روز جب وہ آفس سے واپس آ رہا تھا تو اپنے گھر سے کچھ دور اسے ایک
 بڑا ہی خانوں دکھائی دیں جو صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے تھیں اور ان کے بال نکاست سے
 ہتھ ملے ہوئے تھے۔ وہ اپنا پیروں والا ایپنی کھینکشی ہوئی لٹ پاتھ پر میرے دھیرے
 چلی جا رہی تھیں۔ اندھیرا نظر بیا بیکل چکا تھا اور پرے سے اپنے اپنے گھنگھوٹوں کو ٹپکے
 تھے۔ شکل نے سوچا کہ یہ بے چاری خانوں شاید کوئی مسافر ہو۔ کسی دوسرے شہر سے آئی
 ہوں اور یہاں اپنے مزاج دہشتے داروں کی تلاش کر رہی ہوں۔ اس نے گاڑی بالکل اس
 خانوں کے قریب جا کر روکی۔ اسے اس لویئر خانوں کے گھر میں زود چڑھنے میں اپنی ماں کی
 شکل نظر آئی۔ ایک دم سے اس کی آنکھیں بزم ہو گئیں۔ وہ ابھی صاحب کر کے بولا "ماں کی!
 آپ کو کہاں جانا ہے؟ مجھے تائیں، میں آپ کو کچھ دے رہا ہوں۔"

اس خانوں نے شکل کی جانب شفقت بھری نگاہوں سے دیکھا تو دل تک اس کا

اثر کیا۔ اُسے ایک لمبے کوڑیوں ہی محسوس ہوا کہ وہ اُس کی والدہ ہی ہیں۔ اُنکھے ہی لئے وہ خاتون دائیں ہاتھ والی تھک گئی میں خوشگین اور چند ہی لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ ٹھیک گھر آگیا مگر اُس کے ذہن سے اُس خاتون کا شگفتہ ہرچہرہ ہمیشہ اٹل رہا تھا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ خاتون اُس کی والدہ ہی تھیں، لیکن اگر والدہ کی تو روح ہی حقیقی تو انہوں نے بات کیوں نہ کی۔

اگلی شام بھی ٹھیک نے اُسی خاتون کو بالکل اُسی طرح اچھا لپٹی کپس کھینچے ہوئے فٹ ہاتھ پر دھیرے دھیرے پٹنے دیکھا۔ ٹھیک اپنے دل میں ارادہ کر چکا تھا کہ آج وہ اس یوزمی خاتون کے متعلق پوری پوری تحقیق کرے گا۔ اپنے اس ارادے سے اُس نے کارسزک کے کنارے روکی اور پھر آخر کر پیل یوزمی خاتون کے پیچھے پیچھے پہلے لگا۔ اب تک تاریکی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ وہ خاتون اس بات سے بے خبر تھیں کہ کوئی اُن کا پیچھا کر رہا ہے۔ شائبہ کا یہ سلسلہ تین چار منٹ تک جاری رہا۔ پھر وہ خاتون کسی مکان کے قریبی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئیں۔ حیرت کی بات تھی کہ اُس دروازے پر ہال ہی نہیں لگا ہوا تھا۔ ٹھیک نے وہ دروازہ کھلتے نامناسب نہ سمجھا، بلکہ اُس مکان کے مرکزی دروازے کے دائیں جانب جگہ تھیں جہاں تو ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ ٹھیک نے سلام کیا تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: "تمی کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

ٹھیک جو قدرے مکمل کا دکھار تھا، سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کس طرح بات شروع کرے۔ اُسے گمان گزرا کہ یہ اسی شخص کی والدہ ہوگی۔ چنانچہ چہ بچھے ہی ہو گیا وہ بے دوسری سوچ جو اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھی وہ یہ کہ اگر وہ یوزمی خاتون اس شخص کی ماں یا رشتے دار ہے تو آخر شام کے وقت وہ اچھی کپس نکالے گیوں کی خاک کیوں چھاتی

جیں اٹھنے کے دل و دماغ میں اُس کی سرخسہ ماں کی یادیں سمائی ہوئی تھیں اس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُس بے چاری عمر رسیدہ خاتون کو نظر انداز نہ کر سکا۔ اُسے حیرت اس بات کی بھی ہوئی کہ آخر یہ گھر والے عزیز رشتے دار اس کا خیال کیوں نہیں رکھتے؟ اُس نے پُر احماد لکھے میں کہا: "جناب! میں آپ سے ان بزرگ خاتون کے متعلق بات کرنے آ رہا تھا، جنہیں میں نے کل بھی اور آج بھی اپنا اچھی کپس کھینچتے مرکزی سرک پر پکارتے دیکھا۔"

ٹھیک کی بات سن کر وہ شخص ایک دم خوش ہو گیا اور فوری طور پر اُس خاتون کے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اُس کا دروازہ کھلتا ہوا۔ اُنکھے ہی لئے دروازہ کھلا اور وہ شخص بولا: "آج آج، میں آپ کو آپ کی عزیز دے ملوا دیتا ہوں۔ شکر ہے کہ آپ آگئے۔ ہم خود بے حد پریشان تھے کہ آخر اس سلسلے میں کیا کیا جاتا ہے؟"

ٹھیک کے لیے ایک اور حیرت کا ذکر کھل گیا کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ ٹھیک جو کبھی دروازے سے اندر داخل ہوا وہ شخص اُس یوزمی خاتون کو مخاطب کر کے بولا: "ماں جی! دیکھیں، آپ کا بیٹا آپ سے ملنے آیا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ ماں جی نے پُر جوش انداز میں آگے بڑھ کر ٹھیک کو کھینچ لیا اور اس کا ہاتھ پٹے ہوئے بولیں: "مجھے پتا تھا کہ میرا بیٹا مجھے اپنے لئے ضرور آئے گا۔"

ٹھیک کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ شخص بول اٹھا: "جناب! آپ سون یہ میری اہلیہ کے ساتھ ریل گاڑی میں سفر کرتی ہوئی آئی ہیں۔ رات جب ریلے انٹیشن پر میں اپنے بیوی بچوں کو لینے گیا تو ان کو کچھ یاد نہ تھا کہ کہاں جاتا ہے۔ نہ ان کے پاس کوئی فون نمبر موجود تھا کہ جس پر رابطہ کر سکتے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس وقت ان کو کوئی انٹیشن پر لینے بھی نہ آیا تھا۔ ہم نے چند روز میں منٹ ڈک کر انکھ دیکھی کیا۔ سو اس طرح ہم ابھی اپنے گھر لے آئے۔"

آپ کو کچھ کراہوں نے فوراً پہچان لیا۔ مجھے ٹوٹی ہے کہ آپ یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ میری اس بات کی ہے کہ آپ کو یہاں کا چا کیسے ملا؟ یقیناً یہ شام کو اپنا انجی کیس لیے آپ کی کلاش میں لپکتی تھیں۔ ان کو یقین تھا کہ آپ ہمیں کلاش کر لیں گے اور دیکھیں خدا کا کرنا کیا ہوا کہ آپ نے کلاش کر لی۔ چلیں آپ بیٹھیں، بات بہت کریں، میں چائے کا بندوبست کرتا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ آیدو اچھی اکیلا نہ چھوڑیں، یہ سب کچھ بھول جاتی ہیں۔ اگر آج آپ نہ آتے تو کل میں بھیس انٹیشن میں رات گزار دیتا۔"

(چاری ہے)

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید

ہمدرد و صحت

صحت کے طریقے اور پینے کے قریب ٹھکانے والا درماں
 * صحت کے آسان اور ماہر اصول * نفسیاتی اور ذہنی انجمنیں
 * خواتین کے کنگی مسائل * بچہ صحت کے امراض * بچوں کی نگاہیں
 * بڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج * قدر اور نقلداریت کے بارے میں نادر معلومات
 ہمارے صحت آپ کی صحت و سرت کے لیے ہر صحتیہ قدم اور جد
 تحقیق کی راہ میں غنی مایہ اور دل چاہپ مستطین پیش کرتا ہے
 رقیقین * نکل --- خوب صورت گٹ آپ --- قیمت صرف ۴۰ روپے
 اچھے کباب اور مرغ و مٹاپ ہے

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر پہنچا۔ وہاں اس کے والدین اور بہن بھائی اس کا استقبال کیا۔

میلے میلے ٹوٹ

مسعود احمد برکاتی

آج کل رہے ہاتھ میں لینے کا مطلب ہے ہاتھوں کو گندا کرنا، کیوں کہ بہت سی چیزیں پھینک دینے سے ہاتھ صاف رہتے ہیں۔ شروع شروع میں تو صرف صاف اور چمکناٹ ٹوٹ سی پڑتے تھے، لیکن آہستہ آہستہ صاف ٹوٹ کم ہوتے گئے، پھر بھی لوگ میلے ٹوٹ لینا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن آجکے یہ دیکھتے صاف سترے ٹوٹوں کی تعداد کم اور گندے ٹوٹوں کی تعداد بڑھتی شروع ہوئی۔ لوگوں نے مجھ کو گندے ٹوٹ قبول کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح میلے ٹوٹ اور زاپادہ میلے ہوتے گئے، پھینک گئے اور لوگ ان کو بھی قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔

آج کل تو یہ حال ہے کہ ان فوٹوں کو ہاتھ میں لینے کو واقعی دل نہیں چاہتا۔ اس قدر خراب فحش فوٹ و کچکر ایک بار تو جی چاہتا ہے کہ ہا ہے ہمیں رہے نہ ملے مگر ہم کو یہ فوٹ ہاتھ میں نہ لینے چاہیں، لیکن صاحب! کیسے نہ لیں۔ نہ لیں تو کیا کریں؟ کار ہار کیسے پلے، **پھریں** کیسے فریڈیں اور کیسے بچیں۔ کھائیں کیا، پہنیں کیا، زندگی کی گاڑی کیسے آگے بڑھے۔ پسہ تو چاہیے۔ یہ تو جی سکر رائج الوقت ہیں۔ سکر رائج الوقت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے سے زندگی کے سارے کام انجام پاتے ہیں، ابتدا کر ایست آئے یا کچھ اور ان فوٹوں کو مجھے لگا نہیں تو کم سے کم ہاتھ لگانا ضروری ہے۔

یہ صورت حال دیکھ کر مجھے ایک خیال آیا۔ وہ یہ کہ جس طرح ہم پہلے پہلے ٹوٹ لیتے

ہونے قابل کرتے تھے اسی طرح بعض اور بھی چیزیں تھیں، جن کو ہم قبول نہیں کرتے تھے۔
 بھلا تاہم، دو کیا چیزیں تھیں؟ پہلے، میں ہی بتا دیتا ہوں، وہ جس نیکوئیاں، ندری باتیں،
 غیر اخلاقی حرکتیں، شروع شروع میں ہم جب کسی برائی کو دیکھتے یا سنتے تو کانوں میں
 اٹھایاں دے لیتے تھے اور ہاتھ تھے کہ اس کا ذکر بھی ہمارے سامنے نہ ہو، لیکن دوسرے
 دوسرے ہم اس کے عادی ہوتے گئے۔ ندری باتیں سن کر ہمیں دکھ کم ہونے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا
 کہ نرا انیاں کم ہونے کے بجائے بڑھنے لگیں۔ بڑھتی گئیں، بڑھتی گئیں اور ایک دن ایسا
 آیا کہ ہمیں کوئی ندرائی، ندرائی نہیں لگتی، بلکہ ہم میں سے بہت سوں کو تو ندرائی کرنے، ندرائی
 سننے، ندرائی دیکھنے میں مزہ آنے لگا۔ گویا ہم ندرائی کر بیٹے لوگوں کی طرح قبول کرنے لگے۔
 آج ہمارا یہی حال ہے۔ ہمیں پہلے صاف ستھرے لوٹ اچھے لگتے تھے، اسی طرح
 نیکی، ایمان، داری، بھائی، انصاف، سادگی اور نکات شہادتی پسند آتی تھی، لیکن آج ہمیں
 نہ نیلے لوٹ نہ سے لگتے ہیں اور نہ ہی اور بد اخلاقی دیکھنے پر ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔
 آج نرا انیاں بھی نیلے نیلے لوگوں کی طرح مکہ راگ الوقت بن چکی ہیں۔
 سوچئے، یہ کیا ہو رہا ہے۔ موت، دھوکا، نا انصافی، لالچ، رشوت، کام چوری اور
 حق تلفی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے اس کی صرف ایک صورت ہے کہ نہ ہم کھوٹا مکہ
 چلائیں اور نہ قبول کریں۔ نہ اخلاقی کم زوری میں خود چٹکا ہوں، نہ دوسروں کی اخلاقی
 کم زوری کو قبول کریں۔ اس طرح ایسا صاف ستھرا ماحول پیدا ہوگا کہ کسی کو کھوٹے سے
 چلانے کی ہمت نہ ہوگی۔ ☆

اے خدا!

کرشم پر وچ

میں نے جب بھی اٹھایا ہے وہی دعا
 دل میں امید کا ہے دیا بل گیا
 تو نہ میری مشکل کا مشکل گیا
 اے خدا! مجھ کو بے حیرانی آسرا
 غم کا ریل بھی پل پل آتے لگا
 یہ اثر ہے خدا کا ترس نام کا
 تھی مخالف میں، تھا عدو آہاں
 ہر قدم تو لے مجھ کو دیا حوصلہ
 جب بھی پر وچ نے ہے پکارا آسے
 ہوگی اس پہ پہلے سے رستہ جا

ناظر ہوتے۔ چیک بک منگوائی۔
 ہادیوں کے آنے جانے کے قریب کا
 حساب کیا۔ اس رقم کا چیک کاغذ رقم
 سرکاری خزانے میں جمع کرائی۔ ہادیوں
 رخصت کیے اور کہا "چھوٹ اور ریاست
 کا کام نہیں کہ گورنر جنرل کو اس کی پسند کا
 حکم نامہ سرکاری طریق پر فراہم کرے۔"

بہادر کسان

شاعر: حفیظ جالہ مری

پسند: پروجیکشن کراچی

سوئے اندھیرے اندھیرے آبی
 بے تلی کھیتوں کی جانب چلا
 ہے سارا زمانہ ابھی ۳۰
 مگر اس کا یہ وقت ہے کام کا
 اسے ہر گزری کام ہی کا ہے دشمن
 "بڑا مٹتی ہے بہادر کسان
 بھی تلی کا دل بڑھاتا ہوا
 بھی مودت اور ہلکا ہوا
 بھی تلی کی اٹھی اٹھاتا ہوا
 یہ چلتا ہے جب تلی چلتا ہوا
 کوئی دیکھے تو اس گزری اس کی شان
 بڑا مٹتی ہے بہادر کسان

کڑی دھوپ چاروں طرف چھا گئی
 ہوا جس کی گرمی سے قہر مٹ گئی
 یہ بیلوں کی جڑی جو گھبرا گئی
 تو اس کی جگہ دوسری آگئی
 اکیلا کھڑا ہے، مگر صفحہ جان
 بڑا مٹتی ہے بہادر کسان
 ہے دنیا کی جنت لفظ اس کے پاس
 یہ جنت سے گرتا ہے سب کام اس
 یہ نزاراں، یہ اناج اور کھاس
 بھلوں کا جڑ اور بھلوں کی ہاس
 اس سے تو لپٹا ہے حادہ جہان
 یہ مٹتی ہے بہادر کسان

ادیب، شاعر، کار بار

احباب: قریم خان، ثانی کراچی

معروف شاعر اور ادیب احمد ندیم
 قاسمی اپنی کتاب "میرے ہم سفر" میں لکھتے
 ہیں کہ ایک دن فیض صاحب (فیض احمد
 فیض) مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر عبدالرحمن
 چٹائی صاحب (مصور) کے ہاں لے
 جا رہے تھے۔ نسبت روڈ پر سے گزرے تو
 انھیں سڑک کے کنارے "قاسمی ہاؤس" کا

ایک بڑا سا بورڈ دکھائی دیا۔ مجھے معلوم نہیں
 یہ کس صاحب کا رہا تھا، فیض صاحب
 کہنے لگے: "آپ چپے چپے اٹا بڑا کار بار
 چار رہے ہیں؟"
 اس پر ہم دونوں ہنسے۔

تو وہ آگے کے تو میاں اپنا ہل کے
 قریب مجھے ایک بورڈ نظر آیا۔ میں نے کہا:
 "فیض صاحب! کار بار تو آپ نے بھی
 خوب پھیلا دکھا ہے اور بڑا دیکھے!"
 بورڈ پر "فیض احمد کنگ سلون" کے
 الفاظ درج تھے۔ فیض صاحب اٹکاتے کہ
 انھیں کار سڑک کے ایک طرف روکی نہ پڑی۔

فراموش

احباب: ابراہیم احمد خان، قصبہ کالونی
 مری کی ایک حکایت ہے کہ مردوں
 کی ایک مجلس ایک شکاری شکاریہ جنگل میں
 گیا۔ کسی وجہ سے اس کی آنکھوں سے پانی
 بہ رہا تھا۔ سامنے درخت پر بیٹھے ہوئے
 پرندے شکاری کو دیکھ رہے تھے اور اس کی
 آنکھوں سے بہنے والے پانی کو آنسو سمجھ

رہے تھے۔ ایک پرندے نے اپنے ساتھی
 سے کہا: "دیکھو اس قدر نرم دل انسان
 کہنے لگے: "ہمیں سردی میں بیٹھا دیکھ کر غم زدہ
 ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو پ
 نکلتے ہیں۔"

دوسرا پرندہ کچھ غسل منہ تھا، وہ اپنے
 ساتھی سے کہنے لگا: "بھائی! اس کی آنکھیں
 مت دیکھو، اس کے ہاتھ دیکھو! جن میں تیر
 کمان ہے اور تیر کا نشانہ تیری طرف ہے۔"

در پہنچے

شاعر: اسد مظفری

احباب: فرمان حیدر سرگانی

اک سائل مجھ پر رشوت کا لالچ
 افسر کو اسد میز کے نیچے سے دیا ہے
 ہے طرف تماشا کہ اسی میز کے اوپر
 مٹتی ہے کھتا ہے کہ "خدا دیکھ رہا ہے"
 شعر پر جان بخشی
 احباب: جنگ اکرم، لیاقت آباد
 ایک ایرانی قبیلے کے سردار نصیر الدین
 سے شک کا بادشاہ ناراض ہو گیا اور اس نے

عزم باری کیا کہ سردار کا سر کاٹ کر پیش کیا جائے۔ بادشاہ کے سپاہی عزم کی قہیل کے لیے سردار کے پاس پہنچے۔ سردار نے سپاہیوں کو کسی نہ کسی طرح اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اسے بادشاہ کی خدمت میں زندہ لے جائیں۔ چنانچہ اسے بادشاہ کے سامنے زندہ لے جایا گیا۔ بادشاہ بھڑک اٹھا۔ اس نے عزم بدولی کے جرم میں سپاہیوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

سردار نصیر الدین نے موقع کی نزاکت بھانپ کر ایک ہر جتہ شہر چھاوا جس کا مطلب یہ تھا "آپ نے سر طلب کیا تھا، میں کسی کے ہاتھ کیوں بھیجتا، خود اپنی گردن پر لے کر حاضر ہوں۔"

بادشاہ بھڑک گیا۔ اس نے سردار اور سپاہیوں کی سزا معاف کر دی اور سردار کو انعام سے نوازا۔

پڑھنا تھا

مرسلہ: مہاراجن، کرناچی

پاکستان میں نیلے وژن کی افادیت کے سلسلے میں ایک سروے ہوا۔ اس سروے

☆☆☆

دھوپ

فیاء الحسن فیاء

دھوپ کا اسے پیار سے پکارا کرتے تھے اُنہا روپ ہے جان داروں کے لیے بے حد ضروری دھوپ ہے دھوپ ہی سے پختہ اور پودوں میں سادی جان ہے دھوپ سے پختی چرس فصلیں، دھوپ کی کیا شان ہے چاند سے منسوب ہے جس طرح پختہ چاندنی ایسے ہی سورج سے ہم رشتہ ہے دیکھو دھوپ بھی سرویوں میں جہم پاتے ہیں حرارت دھوپ سے پختیوں میں ہے ہماری ساری قوت دھوپ سے جن گہروں میں دھوپ کا ہوتا نہیں کوئی گزر تندرستی اور صحت سے ہیں وہ محروم مگر جسم مجلساتی ہے اکثر موسم گرما کی دھوپ اور فصل چلتی ہے بیکر موسم سرما کی دھوپ

ہر کرن سورج کی اک نعت ہے صحت سے بھری

اسے قیاء ہے یہ اُنہالا، روشنی سے، دھوپ کی

نئے سال کا دن معلوم کریں

ترجیب: عبدالغفار شاہ کریم پور

اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ 2018 کی کس تاریخ کو کون سا دن چتا ہے تو آپ نیچے دیے گئے چارٹ کی مدد سے معلوم کر سکتے ہیں۔

جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون
7	10	10	6	8	11
جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
6	9	12	7	10	12

طریقہ: آپ جس مہینے کی تاریخ کا دن معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس تاریخ کے صاف حلقہ مہینے کے عدد میں ملتا کریں اور 7 سے تقسیم کریں۔ جوابی بقیہ سہ ماہی کی تسلسل سے ملے گی۔

☆ اگر باقی "1" ہے تو فروری کا دن ہوگا۔

☆ اگر باقی "2" ہے تو مئی کا دن ہوگا۔

☆ اگر باقی "3" ہے تو جولائی کا دن ہوگا۔

☆ اگر باقی "4" ہے تو اگست کا دن ہوگا۔

☆ اگر باقی "5" ہے تو ستمبر کا دن ہوگا۔

☆ اگر باقی "6" ہے تو اکتوبر کا دن ہوگا۔

☆ اگر بقیہ 7 ہے تو نومبر کا دن ہوگا۔

مثال: اگر ہمیں 14 اگست کا دن معلوم کرنا ہے تو 14 میں اگست کا حلقہ 9 ملتا ہے اور 9 میں جواب 23 آئے گا۔ اب 23 کو 7 سے تقسیم کرنے پر "2" باقی چتا ہے۔
یعنی 2018 میں 14 اگست کا دن ہوگا۔

ماہنامہ سہ ماہی دکن، جنوری 2018ء

سپر مین کی دادی

مریم شہزاد



سب بچوں کی ایک دادی اداں ہوتی ہیں۔ کچھ کی دادی بہت بوڑھی ہوتی ہیں، کچھ کی اتنی بوڑھی نہیں ہوتیں مگر چل کر وہ مارے ایڑی بھی اداں ہوتی ہیں، اس لیے وہ ہمیں بہت ہائی لنگی ہیں، مگر کچھ دادیاں تو بہت صحت مند اور توانا ہوتی ہیں، جیسے صائم کی دادی تھیں۔ بچوں جوں جوں بڑا ہوتا، اسے لگتا تھا کہ دادی کم زور ہوتی جا رہی ہیں۔ پہلے تو دادی کار بھی چلاتی تھیں۔ وہ ہر جگہ صائم کو بھی ساتھ لے کر جاتی تھیں، مگر اب تو صائم خود بھی کار چلانے کے قابل ہو گیا تھا۔ دادی کی خراب ہوتی صحت کو دیکھ کر اب ان پر کچھ پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ بالکل بچوں کی طرح، یہاں نہ جائیں، وہاں نہ جائیں،

ماہنامہ سہ ماہی دکن، جنوری 2018ء

نہ کر جائیں۔ ان کے گاڑی چلائے پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ صائم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ وادی کو سب نے پریشان کر دیا تھا۔

ایک دن وادی نے صائم سے کہا: ”پرہیز امیر! ایک کام تو کرو!“
وادی، صائم کو بچپن ہی سے چار میں پرہیز میں کبھی نہیں۔ پہلے تو وہ پرہیز کہنے سے بہت خوش ہوتا مگر اب چلنے لگا تھا۔ اس نے کہا: ”وادی! اب پرہیز نہ کہا کریں۔ میں بڑا ہو گیا ہوں۔“

”ارے احمق تو میرے لیے اب بھی نئے پرہیز ہیں۔“ وادی نے لڑا سے کہا۔
”اچھا بتائیں، کیا کام ہے؟“ اس نے چڑا سے پوچھا اور گھڑی کی طرف نظر دوڑائی۔
”پہلو رہنے دو۔ ابھی تم چلادی میں ہو، کل تاروں کی۔“ انہوں نے آہستہ سے کہا۔
دوسرے دن وہ بازار ہار ہا تھا تو وادی نے کہا: ”مجھے بھی لے چلو، مجھے اپنا چشم ملانا ہے۔“
صائم نے ایک نظر وادی کو دیکھا اور پھر لاڑ سے بولا: ”وادی! آج تو میں ایک بہت ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ کل آپ کو ضرور لے چلوں گا۔“

کل آئی، پھر برسوں اور پھر پورا ہفتہ گزر گیا۔ اس دوران وادی نے دو ایک مرحلہ بھی گھبراہٹ سے ابھرا اور چاچے کے پاس نام لکھیں ہے اور کوئی مجھے اکیلے جانے بھی نہیں دے رہا۔ تم ساتھ چلو مگر وادی صائم کوئی نہ کوئی بھانپ نہ کر رہا۔

صائم ایک دکان پر اپنے لیے کچھ پینڈ کر رہا تھا کہ اسے قریب سے ایک بچی کی آواز سنائی دی: ”شہر یہ وادی! امان آ آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ میرے کام فوراً کر دیجی ہیں، اب کے پاس تو نام ہی نہیں ہوتا۔“



اور صائم کو اچانک پرانی باتیں یاد آ گئیں۔ ایک بار وہ گرم دوپہر میں جب وہ روتا ہوا وادی کے پاس آیا تھا کہ ابو کب سے وعدہ کر رہے ہیں اور مجھے نیا بیک لاکر نہیں دے رہے۔ آپ ابھی نہیں۔ اس وقت وادی بہت صحتی ہوئی تھیں اور آرام کر رہی تھیں، مگر اس کی خاطر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور بیک لاکر لائی تھیں اور وہ ایسا ہی خوش ہوا تھا، جیسے بچی ہو رہی تھی۔ اسے خیال آیا کہ وادی کتنے دن سے کہہ رہی ہیں، چشمہ بنوانے کو اور میں بھی کتنا بے حس ہو گیا ہوں، سوچتا ہوں کہ دو چار دن قسط کے بغیر نہیں رہ سکتیں، اب میرا کتنا خیال رکھتی ہیں اور میں۔۔۔

صائم نے اپنا کام فوراً چھوڑا اور گھر آیا۔ دروازہ وادی نے ہی کھولا۔ وہ شاید کبھی باہر تھیں۔

خالص قدرتی اجزاء بربر موسم، پُر لمحہ



100 قدرتی اجزاء سے بنا ہوا کچا ٹھوس۔
اس میں بال خاص بڑی دواؤں کا ہر طرح
کا کچا کھانسی اور

بھروسہ

اس نے پوچھا: "آپ کہیں باری ہیں؟"

"جینا! تمہارے ابو نے کہہ دیا ہے کہ قریب قریب کے کام خود کر لیا کریں۔ سوچا

قریبی قریبی کے دکان ہے، وہاں سے دواؤں کا کم تو مل ہی جائے گا۔"

سام کو شرم سے چہرے زمین میں گڑ گیا اور سر جھکا کر کہا: "نہیں دواؤں! میں آپ کو

لے چمکا دوں۔ آپ کو سب سے اچھا پیشہ بنا کر دوں گا۔"

وہ دواؤں کا ہاتھ پکڑ کر کار تک لایا۔ دواؤں خوش ہو گئیں اور ان کے منہ سے

بے اختیار نکلا: "بھیرا میں!"

آج سام کو یہ سن کر بہت اچھا لگا، اسے محسوس ہوا کہ بوڑھے بھی تو بچوں کی طرح

ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہونے والے۔ ان کو بھی ہر دم کسی کا ساتھ

چاہیے۔ ہمیں ان کا بھی ایسے ہی خیال رکھنا چاہیے جیسے بزرگ بچوں کا خیال رکھتے ہیں۔

اس نے دل میں مہم کیا کہ اب وہ ہمیشہ اپنی دواؤں کا خیال رکھے گا۔ ☆

نوٹہالوں سے ضروری بات

بعض ایسے نوٹہال جو برسوں سے ہمارے نوٹہال پر چڑھے ہیں۔ ہمارے ہر تجربہ کرنے

کے بھائے ایسے عمومی سوالات کرتے ہیں جن کے جوابات کی مرتبہ دے دیا جائے گا۔

ہم ہر مہینے "آپ کی تحریر کیوں نہیں چھٹی؟" کے عنوان سے ہر شمارے میں نوٹ لگاتے

ہیں، جن میں ایسے تمام سوالات کے جواب موجود ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیے

اور آدمی طاقت میں صرف تحریروں کی پابند ناپسند کے بارے میں لکھیے۔ شکریہ

ماہ نامہ ہمدرد نوٹہال (۳۵) جنوری ۲۰۱۸ء

ابن رشد

امیرناٹلیل

ابن رشد کا پورا نام ابو الولید محمد بن رشد ہے۔ ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۸ء میں انتقال ہوا۔ قرطبہ کے ملّا اور قاضیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ قرطبہ میں پیدا ہوئے اور وہیں طب اور فنی تعلیم حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے مراکش چلے گئے۔ وہاں آئے پر وہ فلسفے کے استاد تسلیم کیے گئے۔ وہ فلیڈ کے ذاتی طبیب اور اشبیلہ اور قرطبہ کے قاضی بھی رہے۔ مسلم فلسفیوں میں ارسطو کے افکار و نظریات کی تشریح کرنے والے پہلے فلسفی اور تفسیر افکار دینی تھے۔ ارسطو کو مغرب اول اور فارابی کو مغرب ثانی مانا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے بڑے فلسفی ابن رشد ہیں، جنہیں "شارح مضمین" مانا گیا ہے۔ (شارح کا مطلب تشریح کرنے والا) فارابی اسلامی دنیا میں زیادہ مشہور ہوئے اور ابن رشد عرب میں۔ کیوں کہ ہمارے عربی و ہندی میں عرب کے ملّا انہیں جہاں کہیں حاصل کرتے تھے اور انہیں میں ابن رشد مشہور تھے۔ ارسطو کی پانچ کتابوں کی ابن رشد کی شرحیں آج بھی موجود ہیں۔

آج بھی عرب میں ابن رشد کو سب سے زیادہ بااثر مسلمان مفکر سمجھا جاتا ہے۔

یونانی فلسفے کا سب سے بڑا استاد تھا۔ اس کا سب سے مشہور شاگرد افلاطون تھا اور افلاطون کا سب سے مشہور شاگرد ارسطو تھا۔ افلاطون تصوراتی فلسفی تھا۔ باب کہ ارسطو نے نظریات کو اصول و قواعد کی شکل دی اور سب اور جیسے میں حقیقت قائم کیا۔ ابن رشد ارسطو کے فلسفے سے زیادہ متاثر تھے۔

ابن رشد امام غزالی کی وفات کے پندرہویں بعد پیدا ہوئے۔ امام غزالی کے زمانے میں اندکی مدت سے حقیقی فلسفے نے خاصی گمراہی پیدا کر لی تھی اس لیے ابن رشد نے اس فلسفے کے خلاف ایک کتاب لکھی، اور خاصی منہ دیت ہوئی، لیکن اسلامی دنیا میں امام غزالی زیادہ مشہور ہیں۔

ہادول کی نصیحت

جادوہ اقبال



آسمان پر کالے ہادول چھاتے ہوئے تھے۔ ہادول اتنے گہرے تھے کہ دن میں بھی رات کا گماں ہو رہا تھا۔ ڈیڑھان تیزی سے اپنے بھتیگوں کی طرف ہار پاتا تھا، جاگ کر اگر بارش آجائے تو وہ گندم کے گٹھوں کو چاٹنے کی چادر سے احباب دے۔ بکی سڑک پر وہ تیز قدم اٹھا چلا جا رہا تھا۔ گھگھور گھگھوڑ سے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی، پھر چند لمحوں میں برہنہ برہنہ تو ڈیڑھان نے ہوا گنا شروع کر دیا۔

اجانک اس نے ایک آواز سنی۔ آواز ایسی تھی جیسے کوئی کسی دیران کوئی کے اندر سے بولا ہو۔ ڈیڑھان کے قدم رک گئے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا، کوئی بھی نظر نہ آیا۔



”یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے، ابھر یہ آواز کہاں سے آئی؟“ اس نے زبردست کہا۔
 ”یہ میں ہوں، سر اٹھا کر اوپر آسمان پر دیکھو!“ وہی آواز ابھر آئی۔
 ڈیٹان نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان پر اسے ہادل کا بڑا سا ٹکڑا نظر آیا،
 پھر اسے ہادل کی آنکھیں اور ہونٹ بھی نظر آئے۔
 ”تم کون ہو؟“ ڈیٹان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
 ”میں ہادل ہوں۔“ آواز آئی۔

”کیوں میں نے اس شکل میں تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا؟“ ڈیٹان نے کہا۔
 ”میں قلب شہل کے برف پوش پہاڑوں کے اوپر رہتا ہوں۔ اب دیکھتے
 لگتا ہوں۔ ہوائیں مجھے ملک ملک لیے پھر رہی ہیں۔ اب تک آدمی کا بڑا دیکھ چکا ہوں۔
 یہ ملک کون سا ہے؟“

”یہ میرا بیادوطن پاکستان ہے۔“ ڈیٹان نے فخر سے کہا۔
 ہادل نے کہا: ”مجھے اپنے ملک کے بارے میں کچھ بتاؤ؟“

”کیوں نہیں؟“ ڈیٹان بولا: ”میرا ملک ہرے بھرے میدانوں، گھنے جنگلوں،
 نیسے پانی کے چشموں، بلی کھاتی ندی نالوں، شور مچاتے آبشاروں اور ملک بوس پہاڑوں کا
 دہس ہے۔ اس کے چار موسم ہیں۔ گرمی، سردی، بہار اور خزاں۔ ہر موسم کا الگ مزہ
 ہے۔ یہاں مٹی کو سونا بنانے والے حور اور کسان ہیں، سمندروں کا سینہ چرتے ملاح،
 فضا میں اڑنے والے شاہین صفت ہوا باز ہیں۔ ہمارے ملک میں درس گاہیں ہیں، تحقیق و جستجو
 کے سمندر سے آگہی کے موتی پھینے والے سائنس دان ہیں۔ ہم دنیا کی ساتویں
 انبلی طاقت ہیں۔ ہمارا ملک اقوام عالم میں بھائی چارے اور امن کے فروغ کا

خود اہل مد ہے، ہم نے یہ بخارا وطن بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے اور اس کی حفاظت اور حرمت کے لیے سر پر کفن باندھے ہر وقت کٹھرنے کے لیے تیار ہیں۔"

بادل نے کہا: "اپنے وطن کے بارے میں تمہارے جذبات کی میں بہ حد قدر کرتا ہوں، مگر میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کے اکثر لوگ وطن کی بہتری پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ سر ہزار خٹوں کو بے دردی سے کاٹ رہے ہیں۔ یہ درخت لٹا کر آٹھ گیسوں سے پاک رکھتے ہیں۔ لوگوں میں غمگینی کا رنگ چھان چکا ہے۔ کارخانوں اور گزنیوں کے دھوئیں سے بھی لٹائی آلودگی پیدا ہو رہی ہے۔ اس ٹھہرے دھوئیں میں سہا ہوتا ہے، جو انسان کی ذہنی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے۔" شورا بھی انسان کے حزانہ پر اثر ڈالتا ہے۔ شورا کا شمار بھی آلودگی میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ مختلف ذہنی امراض میں مبتلا ہیں۔ جتنا دور ہے ہیں۔ ان سب خرابیوں کی وجہ تعلیم کی کمی بھی ہے۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ جگہ جگہ درخت لگاؤ تاکہ ماحول بہتر ہو اور ذہنی اور جسمانی صحت اچھی رہے۔ میری نصیحت یاد رکھنا اور یہ بھی نہ بھولنا کہ آج جو ملت کی "نصیحت" قبول نہیں کرے گا وہیں وہ بچے و امیوں "انگوس" غریب سے کاٹے۔"

اسی وقت خیر ہو انہیں پہلے گئیں درختوں کی شاخیں شاخیں کٹتی چلے گئیں۔ بادل نے کہا: "اچھا دوست! خدا حافظ۔" پھر ہوائیں اسے اپنے دوش پر لیے دور اٹنی کی طرف بڑھ گئیں۔ اچانک بادشہ کی برہمچاری سے جیسے ڈیٹان کو ہوش آگیا۔ اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا، اسے ایسا لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی گندم کو بادشہ سے بچانے کے لیے تیزی سے سمیٹوں کی جانب دوڑا۔

ایک حکایت، ایک حقیقت

اسلامیات کے استاد کلاس میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ میں دلی ہوئی کتاب پیر پر رکھی اور جیسے کورسٹ کر کے ناک پر بٹایا اور بچے سے کھٹکھا کر دوسویں کلاس کے طالب علموں سے مخاطب ہوئے: "میں تمہیں آج ایک ایسی حکایت سنا رہا ہوں، جو تمہاری آئندہ ساری زندگی میں کام آتی رہے گی۔"

سب طالب علموں میں تجسس پیدا ہو گیا کہ آخر وہ کون سی حکایت ہے، جسے ماسٹر صاحب سنانے جا رہے ہیں۔ سب طالب علم توجہ سے ان کی بات سننے لگے۔ استاد صاحب نے کہا شروع کیا: "ایک بار ایک بد مذہب و سلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کرنے کے بعد بولا: "میں بہت دور سے آیا ہوں۔ مجھ کو بچا سنا ہوں۔ میرا اونٹ بھی بھوکا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہچہا: "او کہاں ہے؟" "ہاں کھڑا ہے۔" اس نے جواب دیا: "میں اللہ پر توکل کر کے اسے ہاں چھوڑ کر آپ کے پاس آ گیا ہوں۔"

حضور نے لڑکھا: "تم نے اونٹ کی ہانگیں باندھیں، کہیں دور نہ نکل جائے؟" بدو نے جواب دیا: "کی نہیں۔" "جاؤ اور پہلے جا کر اونٹ کی ہانگیں باندھو، پھر اللہ پر توکل کرو۔" بدو نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔

استاد نے محض سیاہ کے نزدیک پہنچے ہوئے کہا: "اس چھوٹی سی دکان سے یہ سہی ملتا ہے کہ ہمیں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم پر بھروسہ کرنا بھی عاقلانہ ہے۔" پچھلے وہ چورے کرنا چاہتے۔

انھوں نے بکھوڑے کے بعد کہا: "اگر کوئی طالب علم صرف دعا مانگا کرتا ہے تو امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ کورس کی ساری کتابیں پڑھ کر چٹاری نہ کرے۔" سب طالب علموں کو یہ حکایت پسند آئی۔ وحید نے ٹائپا یہ واقعہ نور سے نہیں سنا اور اس خیال میں وہ ہوش و ہکا سے رات کو ایک شادی میں جانا ہے اور صبح کرکٹ کھانچا بھی ہے۔ اس نے شام کو اسی سے چچا کو شادی میں کب جائیں گی؟

"بھری تو طبیعت خراب ہے۔" انھوں نے کم زور لہجے میں کہا: "تم اور سہیلی اپنے چاچا۔ تمھارے ابو کو راتوں کو جاگنا اور دیر سے کھانا کھانا پائیں پسند نہیں ہے۔ اپنے چاچا شاکر کے گھر جانا اور سب مل کر وہیں سے شادی میں شریک ہونا۔ وہاں پر دیر ہو جانے تو چاچا کے گھر پر فحش جانا۔ کل اتوار ہے۔ اس لیے اسکو بھی نہیں جانا ہوگا۔ مزے سے نیند پوری کر کے آنا۔"

ادو بیگ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر چچا کے گھر پہنچ گیا۔ سب تیار تھے۔ وہ چچا شاکر کی گاڑی میں چڑھ کر چل پڑے۔ رات ساڑھے بارہ بجے آئی۔ کلام ایک بجے ۱۱ اور پھر کلام ۱۲ بجے ختم ہوا۔ جب سب گھر پہنچے تو رات کے ذرا سی ٹی جی رہے تھے۔ سب کی آنکھوں میں نیند تھی۔

نیند تو وحید کی آنکھوں میں بھی تھی، لیکن اس کے دماغ پر کرکٹ کا کھیل بھی سوار تھا۔ کچھ دن تو بچے صبح بولنے والا تھا۔ چنانچہ جب اس کے چچا شاکر نے اس سے

فحش کرنے کو کہا تو اس نے جواب دیا: "گھر زیادہ دور نہیں ہے۔ سیدھا راستہ ہے، آسانی سے گھر پہنچ جائوں گا۔"

"گھر رات زیادہ ہو چکی ہے، اس لیے جانا مناسب نہیں ہے۔" انھوں نے کھانے والے انداز سے کہا: "خدا نخواستہ کوئی واردات ہو سکتی ہے۔"

وحید کے سر پر تو بچی سوار تھا: "اللہ مالک ہے۔" اس نے کہا، پھر موٹر سائیکل کی چابی آٹھائی اور ہیڈ لٹ آٹھا کر باہر آگیا۔ ابھی اس نے تقریباً نصف میل کا قافلہ طے کیا ہوگا کہ ایک ٹک ٹکی سے ایک لڑکا جو موٹر سائیکل پر سوار تھا، اس کے پیچھے آئے۔ اس کے جسم پر پلوں کی پتلون اور جیکٹ تھی۔ مگر تقریباً بیس بائیس برس ہوگی۔ وہ صورت فطرت ہی سے ہر نام پر پڑ گیا تھا۔ اس نے منہ سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن اسے لنگے کی کوشش کی۔ وہ لڑکا کافی دور تک اس کے پیچھے لگا رہا۔ وحید جس سڑک پر جا رہا تھا، یہ ٹریک کے سامنے سے آنے والی سڑک تھی۔ رات کے چھ بجے تھے، اس وقت سڑک پر ٹریک نہیں تھا۔ بائیس چاب پٹی تھا جس پر بھی کھار دو دو سپائی کر کے والوں کا ٹوک گزرا جاتا تھا، جس وقت سے سپائی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وحید دل میں قرآنی آیات کا ورد کر کے اللہ سے دعا میں مانگنے لگا کہ اے اللہ! مجھے حفاظت سے گھر پہنچا دے۔ ٹو بڑا غور اور اہم ہے۔

اس کے دل کی دھڑکن بڑھ چکی تھی اور جسم پیسے سے شرابور تھا۔ وحید نے کئی بار اپنے ہاتھ و پنڈل سے گلچلے محسوس کیے۔ ہاتھ ایک سامنے سے اسے ایک ٹوک آتا دکھائی دیا، اس کی ہینڈ ٹائیس سے آنکھیں پکا پکا ہونے لگی تھیں۔ اب وہ اس جگہ پر پہنچ چکا تھا، جہاں سے ٹکی شروع ہوتا تھا۔ وحید نے اپنے عموں سے منہا لے ہوئے موٹر سائیکل کو بائیں

جانب گھمرا لیا اور میں پر موڑ سائیکل دوڑا لے لگا، تاکہ جلد از جلد وہاں پہنچا کر گھر پہنچ جاؤں۔
وہ لڑکا جو ان کے پیچھے لگا ہوا تھا، فریادیں ان کے پیچھے نہیں آتا، اس لیے کہ

درمیان میں دو دو دھڑکے آچکا تھا۔ رات زیادہ ہو چکی تھی، میں کافی لمبا تھا۔ وحید
نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ لڑکا اب اس کے پیچھے نہیں آ رہا تھا۔ ٹال پال یہ سوچ کر کہ اب وہ اسے
نہیں پاس کر سکتا، لڑکے نے پیچھا کرنا چھوڑ دیا تھا۔

پچا کے گھر پہنچنے تک وحید نے موٹر سائیکل نہیں روکی اور سیدھا دوڑاتا ہوا چلا
گیا۔ اس کا جسم پیسے پیسے ہو رہا تھا اور ہاتھ پنڈل پر پھسل رہے تھے۔ البتہ اب وہ اللہ کا
شکر ادا کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پچا کے فلیٹ کی کھنٹی بجی۔ جب پچا شاکر نے دروازہ کھولا تو اسے
دیکھ کر حیران رہ گئے۔ باری بات سننے کے بعد انہوں نے کہا: ”تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا
کہ رات میں رگ پاؤ، لیکن تم نے کسی کی سنی نہیں۔ تم نے حماقت کی؟“

وحید نے بھرموں کی طرح سر جھکا لیا۔ تیسرے دن جب وہ اسکول گیا تو اس نے
اپنے دوستوں کو یہ واقعہ سنایا۔ سب دم بخود رہ گئے۔ جب یہ بات اصطلاحات کے استاد
تک پہنچی تو وہ وحید کے پاس آئے اور بولے: ”میں نے جو حکایت جمعہ کے دن سنائی
تھی، وہ بالکل تم سے غور سے نہیں سنی تھی؟ تم نے اس کی بات نہیں سنی؟ اور اللہ پر
تو کئی پہلے کر لیا۔“

وحید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پاس جواب دینے کے لیے قادی کیا۔ اس
نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

☆☆☆

شخصا بہادر محمد قادی دانی

جنگ جاری تھی فرج میں میری ایلٹی کرل صاحب کے ساتھ تھی۔ انہوں نے
مجھے اگلے سو روپوں کے لیے ایک انٹرویو (فوج کا بیاد دوست) کے ساتھ ہارڈر پر جانے کا
تکم دیا، جو نبر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس وقت تیز بارش اور موسم کی خرابی کے سبب وہاں
تھام زندگی مفلوج ہو چکا تھا۔ نبر کے مصافحات کے تمام دیہات خالی کرالے گئے تھے، لیکن
سرحد کے قریب آباد ایک گوالا اپنے مال مویشیوں کی گھرانے کے سبب اپنے خاندان والوں
کے ساتھ نہ جاسکا اور وہیں رک گیا تھا۔ اس کا تیرہ سالہ بیٹا بھی اپنے باپ کی مدد کرنے کے
اور اسے سے وہیں رک گیا، دونوں باپ بیٹا دن بھر مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے اور دو دو
کھال کر شام کو شہر روانہ کیا کرتے تھے۔ بیٹا تمام کاموں میں والد کی مدد کرتا اور دن بھر باپ
کے ساتھ مصروف رہتا۔

پہلے روز جب ہم لوگ نبر کے کنارے سو رہے بنا کر تھک گئے تو اس گوالے اور
اس کے بیٹے نے ہمیں دو دو پٹا کر تازہ دم کر دیا۔ ان کے گاؤں والیں کھانے کے کچھ کچھ
دیر بعد دشمن کے توپ خانے سے نبر پر گولے آ کر گر گئے۔ ہمارا توپ خانہ یہاں سے
دور تھا، اسے جلد آگے لے جانے کے لیے ایک جیب موجود تھی، جس میں، میں بھی سوار تھا۔
ہم توپ خانے کے نبر کی سمت روانہ ہو گئے، لیکن راستہ ہمارے لیے نیا تھا، اس لیے ہماری
جیب کا ایک پیرا گڑ میں پھنس گیا۔ بارش کے سبب ہونے والی پھسلنے کی وجہ سے گاڑی کو
گڑھے سے نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ وائز پریس پر غریبی کہ دشمن کے ایک دھڑے نے نبر پر گولی
باری اور ان کے نیک نبر کے ہتھوں کو قوت سے ہونے آگے بڑھ رہے ہیں۔ دشمن کا یہ حملہ

ایک اور بھاری توقع سے کہیں زیادہ شدت ملا تھا، اس لیے جب کینٹن نے تمام تر صورت حال سے کرل صاحب کو آگاہ کیا تو وہاں سے فوری طور پر ایک اور انٹری اور توپ خانہ روانہ کر دیا، لیکن طویل مسافت اور موسم کی خرابی کی وجہ سے ان کے ہیر ٹکچے میں کئی گھنٹے لگ سکتے تھے۔

اس پر بٹانی کے عالم میں ہم نے دیکھا کہ گولے کا چٹا ٹکڑی کا ایک مضبوط ٹکڑا اس سے باندھے ہلا آ رہا ہے۔ یہ ٹکڑا کافی مضبوط تھا۔ ہم ساتھیوں نے مل کر اس ٹکڑے کو جب کے پیسے کے پیلے ہار اور جب کی رفتار بڑھائی۔ جب ایک جھٹکے سے باہر نکل آئی، ہم نے اس والٹ مندی کا مظاہرہ کرنے اور مشکل میں بھاری مدد کرنے پر سب کو شاموشی دلا اور مورچے کی طرف روانہ ہو گئے۔ پچھلے سے بچے کی آواز آئی "ایک اور بچہ ہے، جو میں آپ کو دکھاؤں گا۔" اس نے ہمیں روک کر یہ بات کہنے کی کوشش کی، لیکن جد سے جد چلنے کی وجہ سے اس کی بات پر وہ بیان نہیں دیا اور انٹری سے صبر کی جانب روانہ ہو گئے۔

نہر کے قریب ہمارے ساتھی منتظر تھے۔ انھوں نے چند لمحوں میں دشمن پر گولے برسا کر شروع کر دیے، جس کے سبب دشمن کے درجنوں نیک آگ کی لپیٹ میں آ گئے، اور آگے نہ بڑھ سکے۔ دشمن کے کچھ فوجی اب بھی ہمارے مورچوں پر قابض تھے، وہاں سے وہ ہمارے فوجیوں پر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔

پچیسے پچیسے رات گہری ہوتی جا رہی تھی، ہمارے لیے دشمن کے زیر قبضہ مورچے ایک چیلنج بننے جا رہے تھے۔ کینٹن نے پیدل دسٹے کو چند ٹولیوں میں بانٹ دیا اور الگ الگ سمتوں سے دشمن پر حملے کرنے کا حکم دیا اور ٹوہ ایک دسٹے کے ساتھ مورچوں کی بجٹ پر پوزیشنیں سنبھال لیں۔ اسی دوران دشمن کو کافی سست سے تازہ و کمک مل گئی، جس

کے سبب اگلے مورچے میں ہمارے ساتھیوں کا زیادہ دیرطیر کا مشکل دکھائی دے رہا تھا۔ دشمن سے اپنے مورچے خالی کرانے کی کوشش میں ہمارے کئی ساتھی مارے گئے۔ صورت حال کی نزاکت کو دیکھ کر کینٹن نے ہمیں پیچھے ہٹنے کی ہدایت کر دی، لیکن ہمارے حوصلے بلند تھے اور ہم نے دشمن کو آگے نہ ہٹنے کا عزم کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھیوں کی ہدایتی نے ہمیں دو بار اندھا ہوا تھا۔ دسٹے میں شامل تمام فوجی دشمن پر تاج پوزیشن کر رہے تھے، لیکن کینٹن کا حکم ماننا ضروری تھا، اس لیے ہم ایک ایک کر کے اپنی پوزیشنیں خالی کرتے ہوئے واپس مورچوں میں آ گئے۔ اسی دوران میری ٹنگرا انیس جانب نہر کے آخری پتے پر پڑی جہاں ایک بچہ ایک بڑا سا توپ کا گولہ اٹھائے کھڑا تھا، میں نے پچھاننے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ وہ گولے کا لڑکا تھا۔

دسٹے کے اے اس بڑے سے گولے کو ایک اسے سے باندھا اور گھمٹا ہوا دشمن کے مورچوں کی طرف لے جانے لگا، مجھے اس کی اس بھاری اور جرأت پر حیرت اور متنبہ ہو رہی تھی، میں اسے آواز دے کر اسے اس گولے سے دور رہنے کا کہتا جا رہا تھا، لیکن گولیوں کی گھن گرج کے سبب میری آواز اس تک پہنچنا ممکن نہ تھی۔ میں دل ہی دل میں اس کی سزا تھی کہ وہ مارنے لگا اور کئی بار ہاتھ پائ کر اسے واپس پلے جانے کا اشارہ بھی کیا، لیکن اس سے قبل کہ میں اس کی مدد کے لیے اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں اسے گولے پر بندھ کر سا کھول دیا اور اسے دشمن کے مورچوں کی طرف لڑکھا دیا، وحلان کی وجہ سے یہ گولا تیزی سے دشمن کے مورچوں کی طرف بڑھنے لگا جب کہ لڑکا ایک کر لہر کے پٹے کی دوسری سمت قایم ہو گیا۔

یہ گولا غالباً دشمن کے بینک سے چپٹا گیا تھا، جو گولے کے کاؤں کے باہر جا کر

اور بہت نہ سکا اور اسی کو لے کر چاہ لڑکے نے ہماری توجہ دلا تا چلائی تھی، لیکن ہانے کی جلدی میں ہم نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ خیر اچھا ہوا کہ یہ گولا پھٹا نہیں، ورنہ گوالے کے گاموں میں ہر طرف آگ بھڑک اُٹھتی۔

گولا تیز رفتاری سے اڑتا تھا اور دشمن کے مورچوں میں جا کر اس زور سے پھٹا کہ دشمن فوجیوں کے پرچے اڑ گئے اور دیگر مورچوں سے بھی دشمن فوجی نکل کر فرار ہونے لگے۔ پھر کیا تھا وہ سارے کے سارے ہمارے فٹ پلے پر آچکے تھے اور ایک ایک کر کے ہماری گولیوں کی زد میں آ کر میدان میں گر رہے تھے۔ ہمارے ساتھیوں نے مورچوں سے نکل کر ایک بھر چڑھ کر دشمن کے فوجی قہر اکبر سے جھڑ پھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور جنگ، ہماری تعداد میں اضافہ کر کے بارود و غیرہ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

گوالے کے لڑکے کی اس بہادری نے تو ہم سب کو حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کے اس بروقت اور جرات پرائی کارنامے کو ہر ایک نے سراہا۔ ہمارے کمانڈر نے اسے جج و کاسرائی کا ججنا دیا اور جنگ بند ہونے کے بعد ہونے والی ایک شاندار تقریب میں اس کے والد کو بھی قیٹے سے نوازا۔

لڑکے کے شوق کو دیکھتے ہوئے حکومت کی جانب سے اسے فوجی کالج میں داخلہ دے دیا گیا۔ اس نے وہاں محنت سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد گریجویٹ کر کے فوج میں چلا گیا اور کرنل کے عہدے تک پہنچا۔

☆☆☆

نیکی کا راستہ

چدون ادیب

میں جب دفتر سے گھر لوٹتا تھا اسٹاپ پر کئی لوگوں کو لفٹ کا انتظار کرتے پاتا۔ جب سے آبادی کے درمیان سے ایک نیا راستہ بنایا گیا تھا، لوگوں کو آنے جانے میں بڑی سہولت ہو گئی تھی، مگر یہ راستہ زیادہ ہموار نہیں کیا جاسکا۔ اس سڑک پر چڑھائی زیادہ تھی، خاص طور پر چھوٹی گاڑیوں کو سڑک عبور کرنا مشکل ہو جاتا تھا، اسی لیے رکشے ابھی اس سڑک پر نہیں چل سکتے تھے، اس لیے اس اسٹاپ پر اکثر لفٹ لینے والے کھڑے نظر آتے تھے۔ میرے پاس موٹر سائیکل تھی۔ چوں کہ شہر میں اکثر لوٹ مار کے واقعات ہوتے رہتے تھے، اس لیے میں ڈار کے مارے کسی کو اپنے ساتھ نہیں لٹھاتا تھا۔ اکثر لوگ لفٹ مانگتے تھے میں انھیں انداز کر کے آگے بڑھ جاتا۔

دوسروں کی ایک رات تھی۔ میں مختلف معمول دہر سے آیا تھا۔ جب اسٹاپ پر پہنچا تو دیکھا کہ صرف ایک تو جواں لڑکا کھڑا ہے۔ اس نے مجھ سے لفٹ مانگی۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ اسے اپنے ساتھ بٹھالوں، مگر پھر میں نے سر جھٹک کر کئی میں گردن ہلائی اور آگے بڑھ گیا۔ تھوڑا سا آگے گیا تھا کہ چپ پر میری گاڑی قابو سے باہر ہو گئی۔ موٹر سائیکل مجھ سمیت رگڑتی ہوئی دور تک گئی اور آٹ ٹکی، میری ہانک بیلے دب گئی۔ ڈرم کئی بج گئے۔ میں ہوش میں تھا اور اس پاس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس دوران پاس سے ایک ڈاکو گاڑیاں گزر رہی تھیں، مگر کسی نے رکشے کی دعوت نہ کی۔ شاید اس لیے کہ رات کے وقت وہاں رکنا خطرناک تھا۔ کچھ دن سے وہاں نامعلوم افراد رکشے والوں کو لوٹ رہے تھے۔ چوں کہ سردی بھی بہت تھی، اس لیے راکشہ بھی نہ تھے۔ جب کوئی میری مدد کو نہ آیا تو میں نے خود

نیا سال آگیا

امان اللہ فیہ شکست

پرانے چرخوں کی نو قرقرائی
نئی روشنی ہر طرف سے ہے آئی
بول دی ہے اس نے زمانے کی کاہ
آٹھ سوئے والو! اب نیا سال آیا
شکر نے کیلے، کھیتیاں لہلہائیں
مہک اٹھے محل، بلبلیں بچھائیں
سرت کا بادل سب چ ہے چھایا
آٹھ سوئے والو! اب نیا سال آیا
گیا سال اب میں چکا ہے فساد
کئے سال کے خم ہوئے سب روان
زمانے سے نور سے بھگایا
آٹھ سوئے والو! اب نیا سال آیا
سے دلوں اور سچی شادمانی
زمانے پہ چھائی ہے اک نورمانی
جو کھویا تھا جزا وہ اس سال پایا
آٹھ سوئے والو! اب نیا سال آیا

پتی لوک کہانی

پانچ ہم شکل بھائی

احمد مدان طارق

پرانے وقتوں میں سندھ کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ جس میں ایک بوڑھی عورت
اپنے پانچ جوان بیٹوں کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس کے پانچوں بیٹوں کی عقلیں ایک جہی
تھیں۔ جیسے سڑکے دانوں میں پھان نہیں ہو سکتی، اسی طرح ان کو بھی کوئی پھان نہیں سکتا
تھا کہ وہ کون سا بھائی ہے۔

قدرت نے انھیں مختلف خوبیوں سے نوازا رکھا تھا۔ سب سے بڑا بھائی اپنے منہ
میں پورے دریا کا پانی بھر کر رکھ سکتا تھا۔ دوسرے بھائی کی گردن فورا دھبی تھی۔ تیسرا
بھائی اپنی ناک سے پانی بہا کر سکتا تھا۔ چوتھا بھائی آگ کی بے پناہ پیش
برداشت کر سکتا تھا۔ پانچویں بھائی میں صلاحیت تھی کہ وہ سانس بے بغیر کی سکتے تھے
زندہ رہ سکتا تھا۔

بڑا بھائی اکیلا دریا کے کنارے جاتا اور بے شمار مچھلیاں پکڑ کر گھر لاتا۔ مچھلیاں
فروخت کر کے دوسرا سامان لے آتا۔ اسی طرح سارے خاندان کا وہی پیٹ پاتا تھا۔ یہ
سارے بھائی اپنی یہ خوبیاں کسی کو نہیں بتاتے تھے، تاکہ لوگ انھیں عیب نہ کہیں۔
سارے گاؤں کے لوگ بڑے بھائی کی خوشامد کرتے کہ وہ ان کے بچوں کو بھی وہ طریق
بتا دے۔ جس سے وہ اتنی زیادہ مچھلیاں پکڑ لیتا ہے۔ وہ ہمیشہ انھیں یہ داتا داتا سے انکار
کرتا، لیکن ایک دن گاؤں والوں کی ضد کے آگے اسے جھپکار ڈالنا پڑا۔ اس نے
گاؤں کے کئی لڑکوں کو ساتھ لیا اور دریا کی طرف چل دیا تاکہ وہ انھیں امیر ساری

مچھلیاں پکڑنے کا طریقہ سمجھائے۔



بچے وہاں سے گئے۔ انھوں نے جھروں سے اپنی مچھلیاں بھر لیں۔
جب بچہ دیر ہو گئی تو بڑا بھائی پانی کو منہ میں بھرے ہوئے بہت تھک گیا۔ اس لیے
وہ لڑکوں کو اشارے کرنے لگا کہ وہ ہلدی دریا کے کنارے واپس آ جائیں، لیکن وہ دریا
کے اس خزانے کو جمع کرنے میں اتنے مصروف تھے کہ انھوں نے بڑے بھائی کے اشاروں
کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور دریا کی سطح پر آگے بڑھتے رہے۔ بڑا بھائی تھک
آ کر زور زور سے ہاتھ پلانے لگا، لیکن پھر بھی گاؤں کے لڑکوں نے جان بوجھ کر اس کی
طرف نہ دیکھا۔ آخر جب بڑے بھائی کو محسوس ہوا کہ وہ اب دریا کا پانی منہ میں نہیں
نشہال سکتا تو اس نے سارا پانی واپس دریا میں اٹھیل دیا۔ گاؤں کے سارے لڑکے
اپنے لالچ کی وجہ سے دریا میں ڈوب گئے۔

جب بڑا بھائی گاؤں پہنچا اور ان لڑکوں کے ماں باپ نے اس سے پوچھا کہ ان
کے بچوں نے کتنی مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور وہ کب گھر آئیں گے۔ بڑا بھائی بہت افسردہ تھا۔
اس نے اپنے ہاتھوں کو سارا دھواں دھواں اور انھیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس انھوں
نے ان کے لیے سارا کے طور پر کل گھاری گرن کو کافی چائے پی۔
یہ سن کر بڑے بھائی نے کیا سے درخواست کی کہ مرنے سے پہلے وہ ایک دفعہ اپنی

بچے تو بڑے بھائی نے دریا کا پانی اپنے منہ میں
بھر لیا۔ صرف اتنا پانی رو کیا کہ مچھلیاں تیر کر دور نہ جائیں۔ پھر اس نے لڑکوں کو اشارہ
کرتے ہوئے بتایا کہ وہ جتنی جاں مچھلیاں پکڑ لیں۔ لڑکے ہماگ کر دریا میں اتر گئے۔
لڑکوں کو دریا کی تہ میں بہت خوب صورت رنگوں والے مگوں بھی دکھائی دیے۔ وہاں
بہت سے خوب صورت سپہاں اور قیمتی جڑی بھری پڑے ہوئے تھے۔ وہ مچھلیوں کے بجائے
انھیں اکٹھا کرنے لگے۔ انھوں نے جھروں سے اپنی مچھلیاں بھر لیں۔

جب بچہ دیر ہو گئی تو بڑا بھائی پانی کو منہ میں بھرے ہوئے بہت تھک گیا۔ اس لیے
وہ لڑکوں کو اشارے کرنے لگا کہ وہ ہلدی دریا کے کنارے واپس آ جائیں، لیکن وہ دریا
کے اس خزانے کو جمع کرنے میں اتنے مصروف تھے کہ انھوں نے بڑے بھائی کے اشاروں
کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور دریا کی سطح پر آگے بڑھتے رہے۔ بڑا بھائی تھک
آ کر زور زور سے ہاتھ پلانے لگا، لیکن پھر بھی گاؤں کے لڑکوں نے جان بوجھ کر اس کی
طرف نہ دیکھا۔ آخر جب بڑے بھائی کو محسوس ہوا کہ وہ اب دریا کا پانی منہ میں نہیں
نشہال سکتا تو اس نے سارا پانی واپس دریا میں اٹھیل دیا۔ گاؤں کے سارے لڑکے
اپنے لالچ کی وجہ سے دریا میں ڈوب گئے۔



مشغول کیا۔ یہ سن کر وہ بھائی جو اپنی ناگھیں اپنی مرضی سے لپی کر سکتا تھا اس نے کہا کہ صبح میں جاؤں گا۔ لہذا اگلے دن جیسرا بھائی عدالت میں پہنچا۔ کسی کو بھائیوں کی تہذیبی کا علم نہ ہو سکا۔ حکمایا کے حکم پر کچھ لوگ اسے ایک سختی میں بٹھا کر سندھ کے چلے گئے اور اسے سندھ میں پھینک دیا، لیکن ڈوبنے کے بجائے تیسرے بھائی نے اپنی ناگھیں اچھی لمبی کر لیں کہ وہ سندھ کی تہ کو چھو نہ لیں۔ اب بھی اس کا سر پانی سے باہر تھا۔

اسے نکال کر پھر سختی میں بٹھا یا اور مزید کمر سے سندھ میں لے جایا گیا، لیکن اس کی ناگھیں سندھ کی گہرائی میں لمبی ہوتی گئیں۔ اس طرح وہ ڈوب نہیں پایا۔

اسے ایک دلدھ بھر کھیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس دلدھ کھیا کے حکم دیا کہ اسے اُٹھ

یوڑھی ماں سے ملنا چاہتا ہے تو اس نے اجازت دے دی۔ بڑا بھائی گھبرا آ یا اور آ کر سارا معاملہ بھائیوں کو بتایا۔ اس کے چھوٹے بھائی (جس کی گردن فدا کی گئی ہوئی تھی) نے کہا: "تم اپنی جگہ گھٹے جانے دو۔ کسی کو پناہ نہیں چلے گا کہ تم بھائیوں کی جگہ میں ہو۔ کیوں کہ ہماری نفسیات اسی ملتی جلتی ہیں اور کسی بھی صورت میں وہ میری گردن نہیں کاٹ سکیں گے۔" اگلے دن چھوٹا بھائی کھیا کی عدالت میں گیا اور کہنے لگا: "جناب! بہت شکر ہے آپ نے مجھے میری ماں سے ملنے کی اجازت دی۔ بس اب میں مرنے کے لیے تیار ہوں۔"

پھر چھوٹا بھائی اس نکڑی کے نکڑے کے پاس بیٹھ گیا اور اپنی گردن اس نکڑی کے نکڑے پر رکھ دی۔ سب جہاد نے اپنی چیز دھار کھوار سے اس کی گردن پر وار کیا، لیکن کھوار اس کی گردن پر لگ کر اچھٹ ہو گئی، گردن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر فوراً ایک اور کھوار منگوئی گئی، جو تیز دھڑکتی اور پھر ایک اور کھوار، لیکن ہر دلدھ دسی ہوا جو پہلے ہو چکا تھا۔ کوئی چیز دھار کھوار اس کی فدا دی گردن کو نقصان نہ پہنچا سکی۔ یکساں کی دھار لہو ہوتی۔ آخر چھٹا یا بڑا بھائی اسے واپس کھیا کے پاس لے گیا اور کہنے لگا: "محترم! اس کی گردن کاٹنا ممکن ہے۔ کیوں کہ اس کی گردن فدا کی طرح مضبوط ہے۔"

منصف نے کیا حکم سنایا؟ "کل اس نفس کو سندھ میں پھینک دیا جائے۔" یہ فیصلہ چھوٹے بھائی نے سنا تو اس نے کہا: "جناب! میں آج ماں کو لوٹاؤں گا یا نہ تھا، لیکن کیوں کہ مجھے کل سندھ میں ڈوب دیا جائے گا، تو مجھے وہاں کوٹنے کی اجازت دی جائے۔"

کھیا نے اسے پھر اجازت دے دی۔ بھائی گھبرا واپس آیا اور انھوں نے وہاں

بلا عثمان انعامی کہانی



مداہل پہلے کی بات ہے، پاکستان کے شیر "اسڑا" میں تیس ہونے پر ہی رہا کرتے تھے۔ ان کے والدین فوت ہو چکے تھے اور وہ اپنے چھوڑے ہوئے ایک چھوٹے سے گھر میں نہایت مشکل حالات میں گزار کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی نثر بھی نہیں تھا، جس سے وہ کچھ کما سکتے۔ پڑوسی ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کر دیتے تھے۔ ایک دن بین کھانے کے وقت ایک فقیر کھانا مانگنے آ گیا۔ وہ بچوں اگرچہ بہت کم ہو گئے تھے، مگر انھوں نے فقیر کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا اور خود کم کما کر

وہ سب تیس میں پھینک دیا جائے۔ ایک بڑی ویلک میں تیل ڈال کر اسے گرم کیا جائے گا تو اس نے ایک دفعہ بھر لیا ہے چ چھا کر کیا وہ اپنی ماں کو مل کر تھکا سکتا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ کھانا کیا۔

جب اس کے بھائیوں نے مصطفیٰ کا یہ فیصلہ سنا تو چوتھے بھائی (جسے آگ تھکان نہیں پہنچاتی تھی) نے کہا کہ یہ سزا دو جیلے گا۔ پھر جب نیل کو لے کر چوتھے بھائی کو دیکھ میں بھیج دیا گیا۔ وہ اس جڑی دیکھ میں یوں تیرنے لگا جیسے کسی ٹھنڈی پانی کی جھیل میں۔ وہ کہنے لگا: ”آگ اور کدو بہ نیل تو گرم ہی نہیں ہوا۔“

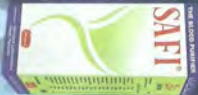
جب ہمارا کو بیٹھیں ہو گیا کہ آگ اس کا پتھر نہیں ہا لڑتی تو اسے وہاں دھکیا کے پاس لے گئے۔

کھیلنے سارا معاملہ سن کر سارے کاؤن کی چالاکت جانی کہ اب کیا کیا جائے؟
جب سب نے فیصلہ کیا کہ اس مجرم کو مارنے کا ایک ہی طریقہ چن ہے کہ اسے زمین میں
ڈنڈہ گاڑ دیا جائے۔

گھاؤں سے باہر ایک جگہ بڑا گڑھا کھودا گیا۔ ایک دفعہ قیدی کو پھر سے اس سے
 پٹنے کی اجازت دے دی گئی۔ تو اس بھائی کی جگہ چالیس بھائی نے لی، جو سانس لیے بغیر
 زندہ رہ سکتا تھا۔ پھر زمین میں چالیس بھائی کو گاڑ دیا گیا، مگر اسے کوئی فرق نہیں پڑا،
 کیوں کہ وہ سانس لیے بغیر زندہ رہ سکتا تھا۔ جب رات کو سب مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو
 پہلے گئے کہ انصاف ہو چکا ہے تو چاروں بھائیوں نے اسے گڑھے سے نکال لیا۔ پھر سب
 بھائی اپنی اس کے ساتھ ہنسی خوشی زندہ کی گڑھا نے گئے۔

خوب صورتی جو صرف
ظاہری ہی نہیں
بلکہ اندرونی بھی
نکسار کی ایک نئی صورت ہے۔
موجودہ دنیا کی سب سے زیادہ مقبول اور
اعتماد کیلئے بہترین اور محفوظ ترین
پیشہ کی ہے۔

Safi Kafi Hai



بادشاہ بیکری کو دیکھ کر آتش آتش کرنے لگا۔ اس نے خوش ہو کر سارے مزدوروں
اور کاری گروں کو بیکری ہی میں بیکری نوکری دے دی۔
یونوں کی تو جسے قسمت ہی مکمل تھی، انھوں نے بیکری کے کام میں بے حد دل چسپی
لی۔ وقت گزرنے کے ساتھ یونے بیکری کے تمام کاموں میں ماہر ہو گئے اور ایک وقت
ایسا آیا کہ وہ خوب مال دار ہو گئے اور بادشاہ کے بھی منگور نظر بن گئے۔ اب جب وہ
اپنے گاؤں جاتے تو "اسٹرو" کے لوگ ان کی خوب آؤ بھگت کرتے۔ یونے اپنے
پڑوسیوں میں بیکری کا سامان اور خوب تحائف ہانپتے کہ مشکل وقت میں انھوں نے یونوں
کا بہت ساتھ دیا تھا۔

جب انسان شہرت پاتا ہے تو اس کے دشمن بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان یونوں کی بڑے سکون
زندگی اور بادشاہ کی ان کی قربت کو دیکھ کر وزیر بہت مسد کرتا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ
یونے نہیں اسی کے لیے مسد نہ بن جائیں۔ چنانچہ اس نے یونوں کے خلاف سازش کی۔
اس نے رات کی تاریکی میں بیکری کے سامان میں غلاب کی دوا شامل کروادی۔
بس کیا تھا، اگلے روز جو بیکری سے سامان لے کر جاتا، اس کا پیٹ غراب ہو جاتا۔ جب ہر
دوسرے شخص کا یہ حال ہوا تو لوگ اپنی فریاد لے کر بادشاہ سلامت کے پاس پہنچے۔ وزیر،
جو عام دنوں میں عوام کو بادشاہ سے ملنے ہی نہیں دیتا تھا، آج اس نے عوام کو فوراً بادشاہ
سے ملا دیا۔ بادشاہ چریشان ہو گیا اور سخت کھال میں آ کر اس نے فوراً تینوں یونوں کو بلایا۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، وزیر نے کہا: "بادشاہ سلامت! ایسے مکار یونوں کی گردن اڑا
دیجیے، جنھوں نے آپ کی معصوم رعایا کو غراب سامان دے کر انھیں جان سے مارنے کی
کوشش کی ہے۔"

یہ سن کر بے چارے بولوں کے بھروسے سے جیسے زمین لٹ گئی۔ وہ تینوں بادشاہوں کے
 بھروسے میں پڑ گئے اور وہاں سے مار مار کر قتل کر دئے گئے۔ آخر بادشاہ کا قصہ قاتلوں میں آیا
 اور اس نے تینوں بولوں کو فورا شہر بدر کر کے انھیں ان کے پرانے گھر میں بھیج دیا۔ بولنے
 دوتے پہنچے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اپنے شہر واپس پہنچے۔ اب وہ جمہوریت میں
 رہنے کے عادی نہ تھے۔ وہ وہاں عالی شان قاتلوں، مٹلی بزرگوں اور سونے پراندی کے
 برعکس میں کھائے پیتے اور نوکر چاکروں سے کام لینے کے عادی تھے۔ وہ کہتے تھے کہ قاتلوں
 یہ ایک بھیا تک خواب ہے یا وہ بیکری والا ایک حسین پستان تھا، جو پاش پاش ہو گیا۔

تینوں بولنے گھر کی صفائی کر کے میلے کپڑوں میں دھو دتے دتے سو گئے۔
 اگلے دن اتفاق سے وہی فقیر گزرا، اس دھند ان کے پاس کھائے پیتے کو دیکھ کر
 تھا۔ فقیر نے ان کے دردِ الہ سے پر دستک دی۔ بولوں نے دردِ الہ کھولا، فقیر کے پاس
 کھائے کا کچھ سامان تھا۔ اس نے تینوں بولوں کے ساتھ حق کر کھانا کھایا۔ بولوں نے
 اسے ساری بات بتائی فقیر نے پھر ہاتھ دیا کے لیے باند کیے اور دیر تک بولوں کے لیے
 دعا مانگا رہا۔ پھر اس نے انھیں تسلی دی اور چلا گیا۔

اُدھر بادشاہ بیکری کے معاملے میں بڑا پریشان تھا۔ بولوں کے جانے کے بعد
 بیکری کا سارا انتظام چھوٹ ہو گیا تھا۔

ایک دن بادشاہ نے اپنے چار سونوں کے دربار میں بادشاہ شروع کیا کہ تھاپ کی
 دو آگیاں کہاں ملتی ہے۔ شہر میں ایسی چھ دو دکائیں تھیں۔ بادشاہ نے غلیہ طور پر ان سب
 سے تحقیق کروائی تو پتا چلا کہ ایک دکان سے اسی دن بڑی مقدار میں تھاپ کی دو دھڑیل
 ملتی تھی۔ یہ بھی پتا چل گیا کہ وہ کون کون تھے جنہوں نے تھاپ کی دو بیکری کے سامان

میں ملانی تھی۔ وزیر اس ساری کارروائی سے بے خبر تھا۔

ایک دن اسٹرو میں اعلان ہوا کہ سب لوگ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوں۔
 بیکری کے معاملے پر اہم اعلان ہو گا۔

بولنے تو خوف کے مارے کاٹھنے لگے کہ کتنی بار سے سر ہی نہ قلم کر دیے جا گئے۔
 بولوں کے کاٹوں والے اور اسٹرو کے لوگ دعائیں مانگتے بولنے بادشاہ کے دربار میں
 حاضر ہوئے۔ وزیر بولنے عالی شان لباس میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اعلان کیا کہ تینوں
 بولوں کو چلا دیا جائے۔ بولنے تھے کہ ایک دوسرے کے پیچھے در کے مارے پیچھے چار ہے
 تھے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا: "ان کے ساتھ ہم نے پہلے بڑی رعایت کی تھی۔ آپ کا کیا
 فیصلہ ہے؟" کیا دوسرا کافی تھی؟

وزیر نے کہا: "بادشاہ سلامت! امیر اتو پہلے بھی پیشور دھاکا کر ان مٹوں بولوں کی
 گروہیں آزادی پائیں اور تینوں گروہیں اسٹرو کے چوک پر دکھادی جائیں۔"

بولنے خوف کے مارے لرزے لگے، انھیں اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی
 تھی۔ اسٹرو کے مارے لوگ بولوں کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔

اچانک بادشاہ حرج و مرج واروز میں بولا: "گروہ ان تینوں کی نہیں، اس وزیر کی
 آزادی چاہیے۔"

وزیر یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ وزیر نے کاٹھنے بولنے کہا: "بادشاہ سلامت! ارم ارم!
 یہ اچانک میری گروہ کیسے چل میں آگئی؟"

بادشاہ نے کہا: "اے اسٹرو کے لوگو! یہ بولنے بہت نیک اور مضمون ہیں۔"
 اسٹرو کے مارے لوگ طعنے لگنے لگے: "انھیں بولنے زہر دانا۔"

ہوئے زندہ باد۔"

بادشاہ نے اعلان کیا: "آج سے نیکری کا سارا انتظام دو پارویوں کے حوالے کیا جا رہا ہے اور اس کم بخت وزیر کی گردن اڑادی جائے۔"

ایسے میں ہوئے وزیر کو کھپتا دیکھ کر بادشاہ سے عرض کرنے لگے کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے۔ وزیر نے بھی یوں سے معافی مانگی اور رونے لگا۔

بادشاہ نے کہا: "ان عظیم یوں کے کہنے پر ہم اس کی سزا موت کو معاف کرتے ہیں لیکن ہم اسے ملک بدر کرتے ہیں۔"

پھر تینوں ہونے پہلے کی طرح نیکری میں مگن سے کام کرنے لگے۔

ایک دن وہی فقیر نیکری میں آ گیا، جو ان کی جو چیزیں میں آتا تھا۔ ہونے سے ان رو گئے اور پھر خوشی سے اس کے گٹھ لگ گئے۔ تینوں نے فقیر کے ساتھ مل کر خوب کھا پیا اور گپ شپ کی۔ اس کے بعد فقیر نے اپنا بیس آٹا راقہ نیکری کے ہونے سے حیران رہ گئے اور پہلے سا شہزادے کے منہ سے نکلا: "بادشاہ سلامت آپ!"

اس بادشاہ نے انعامی کمانی کا اچھا سامان سوئے اور صرف ۱۰۵ روپے ہونے کو پین کے کمانی کا عنوان، اپنا نام اور پنا صرف کھ کرکس ۱۸-۱۹ مئی ۲۰۱۸ء تک بھیج دیجیے۔ کو پین کا ایک کمانی ساز کا تہہ پر چکا دیں۔ اس کا تہہ پر کھو اور نہ لکھیں۔ اور اسے ملازمت لکھنے والے تین نوہالوں کو انعام کے طور پر کتا ہیں دی جائیں گی۔ نوہال اپنا نام پنا کو پین کے ملازم بھی ملازمہ کا تہہ پر صرف صاف کھ کر لکھیں تا کہ ان کو انعامی کتا میں جملہ رواد کی جائیں۔

نوٹ: ادارہ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نوہال ادیب

لکھنے والے نوہال



ام ام اہم رگراپی
مسٹر و امیر و امیر گشت
ام ام امیر و امیر گشت
ام ام امیر و امیر گشت
ام ام امیر و امیر گشت
ام ام امیر و امیر گشت

سیتی یاد ہے؟

ام ام اہم رگراپی

بہت جلد سیتی یاد ہو جاتا تھا، مگر جب سے اس کے والد نے اس کو پڑھنے لکھنے کے لیے "فیلڈ" لکھنے میں دیا تھا۔ اس میں سوچا "فیلڈ" لکھنے کے جیم تھیل کر عامہ کا دہن آہستہ آہستہ سیتی سے بچے لگا۔ مگر آ کر سارا وقت وہ فیلڈ پر جیم کھاتا رہتا تھا۔

ایک دن امی نے اسے بتایا کہ تمہاری بہو نے دو دن رات کے لیے آ رہی ہیں۔ عامہ کی ٹوٹی سی اچھتاہ ری اور اس خوشی کی وجہ اس کا بہو نے زاد کا شفت تھا۔ اس نے سوچا، وہ کا شفت کو بھی اپنا فیلڈ دکھائے گا۔

عامہ ایک ۸ سال بچہ تھا۔ وہ قرآن کا شفت بھی اپنے ملائے کے ساتھ پاک حلقہ کر رہا تھا۔ شروع میں تو اسے قرآن پاک حلقہ کر رہا تھا۔

دوسرے دن پہلی آگئیں۔ حامد، حماد کے ساتھ ہوں، شاید مجھے کچھ پتا کاشف سے مل کر بہت خوش ہوا۔ کاشف نگ جانے۔ "کاشف نے جواب دیا۔

نے پوچھا۔ "حامد! حماد! حفظ قرآن کہاں تک پہنچا ہے؟" دیکھاؤں۔ دیکھو یہ کھیل میں اکثر کھیل

"گیا رہواں پارہ چل رہا ہے۔" ہوں۔ "حامد! کاشف کی غویاں بیان کرتا رہا حامد نے بے دلی سے جواب دیا۔

"تم نے تو مجھ سے چند ماہ پہلے شروع کیا تھا اور تم جلدی پا کر لیتے تھے۔ اب کیا ہوا؟" "حماد کے سکتے پارے ہو گئے؟"

حامد نے سوال کیا۔ "الحمد للہ ۱۸ ماہ پارہ انتہام کو ہے۔" میں جیسے تانی ہوں کہ حمید سبیل یاد کیوں

کاشف نے فکرگزاری سے جواب دیا۔ "مگر مجھے سبق یاد نہیں ہوتا اور مجھے اس کی وجہ بھی نہیں معلوم۔" حامد نے

السرور کی سے جواب دیا۔ "ایسا ہونے لگا۔ ہر چیز کی کوئی وجہ ہوتی ہے اور حماد کے سبق یاد نہ ہونے کی

بھی کوئی وجہ تو ہوگی۔ ہمارے دو دن اور ہوتا ہے اور حافظہ بھی کم زور ہوتا ہے۔

۱۸ ماہ بعد درویش لہال ۸ مئی ۲۰۱۸ء

حمیدیں سبیل یاد نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے۔" اس کے لیے پچاس روپے بڑی قیمت پوہنی نے ٹھیکہ کی کم کے نقصانات

تائے تو حامد نے کہا "اچھا پچواہ ہزار اک اللہ۔" مانگتے پر بھی مرزا کرنا دیا۔ آپ نے میری مشکل حل کر دی۔ جس بات

پر میں پریشان تھا۔ وہ آپ نے حل کر دی۔" حیدر نے پوچھا تو دور دیا۔ حیدر کو اس پر بہت ترس آیا۔ حیدر نے زبردستی پچاس

روپے کا نوٹ اس کی جیب میں ڈال دیا۔ مسطر و امیر واد کھٹ

برہوں پہلے امیر ایک ہائے اور کے مکان میں رہتا تھا، جس میں دو کمرے اور

ایک چھوٹا سا تاجہ آدہ تھا۔ اس کے والد خمس الدین ایک غریب ڈاکے تھے۔ انتہائی کم

تھکاو کے وجود اپنے خرائط لہایت ذمے داری سے ادا کرتے۔ ایک دن جب اس کے ادا کام سے

واپس آئے تو امیر نے کہا "ابا! ہمارے اسکول میں بھگت شو بھنے والا

ہے، اس لیے ہر شے سے پچاس روپے ڈاکو کہا گیا ہے۔" بعد اس کا نمبر بھی آ گیا۔ مریش کو دیکھ کر

۱۸ ماہ بعد درویش لہال ۸ مئی ۲۰۱۸ء

خیال میں نہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نام پوچھا تو سریش نے نام بتایا۔ "حیدر۔"

ڈاکٹر احمد نے غم ایک طرف رکھ کر فور سے دیکھا۔ اس دوران حیدر کو بھی سب یاد آ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے گنگے لگ گئے۔ ڈاکٹر احمد کو برسوں سے اپنے اس دوست کی حالت تھی۔ بسو کہتے کے بعد وہ دونوں ہمارے پیٹے چلے گئے۔ ڈاکٹر احمد ہرے۔ "مجھے تمہارے برسوں سے انتظار تھا۔ مجھے تمہارا پیاسا پے کا قرض آج تک یاد ہے۔" حیدر ہوا۔ "ارے بھئی وہ کون سی اتنی بڑی رقم تھی۔"

"نہیں حیدر قرض تو قرض ہوتا ہے۔ اگرچہ تم نے وہ پیسے مجھے زبردستی دیے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ قرض تھا۔ والدین کی دعاؤں سے آج اللہ نے مجھے ترقی دی ہے، یہ لو پیاسا دیے۔" غوثی کے آسودہ اکڑا احمد کی آنکھوں سے گر پڑے۔

موسم برسات
امجد احمد، مظفر آباد

آج ہے موسم برسات
چھایا ہے موسم برسات
نگر نگر شور ہے دیکھو
موسم کا نیا موڑ ہے دیکھو
جب گلی سے جھٹی آگئے ہوتے
بارش کی آس نکاتے ہوتے
جب اللہ نے رست برساتی تھی
چروں پر غوثی ٹوٹ آئی تھی
سبزے کی فراوانی تھی
دریاؤں میں روانی تھی
موسم کے چر رنگ نزلے
سب کی اپنی بات ہے بنارے
غوثی کے تم گیت کا
سب موسموں کو اپنا کا

تین سوال اور ایک پیکلی
مار یہ پتیر احمد، کراچی

کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا، جو
بہت ہی نیک اور رحم دل تھا۔ بہت عرصہ
حکومت کرنے کے بعد اب وہ چاہتا تھا کہ
اپنی یہ سلطنت کسی کے حوالے کرے۔
کیونکہ بادشاہ کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی جو
یہ سلطنت سنبھالی۔ اس لیے بادشاہ نے یہ
اعلان کر دیا کہ جو بادشاہ کی ایک پیکلی کا جواب
دے گا اسے یہ سلطنت دی جائے گی۔
بادشاہ نے پیکلی بیان کی۔ بہت سے
لوگ آئے اور پیکلی کا جواب دیا، مگر بادشاہ
کسی کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔
دوسرے دن ایک بچہ وہاں آیا اور اس نے
بادشاہ سلامت سے کہا کہ میں آپ کی پیکلی
کا جواب دوں گا۔
بادشاہ پہلے تو حیران ہوا پھر بچے سے
کہا "تھیک ہے مجھ سے پیکلی سنا اس پیکلی کا

جواب درست جواب بھی دینا ہوگا۔ پیکلی یہ ہے
"بات ہے یہ کافی پرانی
چارون کی ہے زندگانی
آجائے گی پھر اپنی کہانی"
بچے نے کچھ سوچ کر جواب دیا "بادشاہ
سلامت اس کا جواب ہے مصطفیٰ"
بادشاہ ایک دم چونک گیا اور کہا "وہ کیسے؟"
بچے نے بادشاہ سے کہا "ایک مصطفیٰ
ہی ہو سکتا ہے، جو کہانی کو ہر زمانے میں
احمال سکتا ہے اپنی مادہ وہاں ہے کہ زندگی
چارون کی ہے مگر اپنے لفظوں سے گونے کا قدر
پر بکھنہ بکھنہ کر یہ باتنے کی کوشش کرتا ہے کہ
بات پرانی ہے مگر کہانی نئی ہے۔"
بادشاہ بچے کی حاضر دماغی پر بہت
خوش ہوا اور کہا "جب تک میں زندہ
ہوں، تم سلطنت کا کام اچھی طرح سمجھ لو،
پھر تمہارے بڑے ہو جائے پر یہ سلطنت
فصیحہ دہی جائے گی۔"

سفا رش

سید ریان جین کر اپنی

"سرا پٹیز میری سفا رش کریں۔"

اکمل نے صحت کرتے ہوئے کہا۔

"وہیکہ اکمل اہل سفا رش تو کروں

کا مگر خفا نہ ہوں اسے سکا کر وہ جین

رکھیں گے کر نہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے سرا میں آپ سفا رش

نکروں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"وہ تو میں کروں گا۔ تم مجھے اپنی

استاد بھیج دو۔"

اکمل ایک مٹھی لٹا کر تھا۔ دو میرے

دراغہ کا چنا تھا۔ اس نے صحت کر کے اٹھے

غبروں سے گرجہ پٹن کی جی وکراپ اسے

نو کرئی نہیں مل رہی تھی۔ اس نے مجھ سے

سفا رش کے لیے کہا۔ میں نے جب اس کے

کوائف دیکھے تو میں حیران رہ گیا۔ وہ درمختار

میں نہایت شان دار غبروں سے کام لے رہا تھا۔

تھا۔ اسے لائق کر کے نو کرئی نہیں مل رہی

تھی۔ میں نے انھوں سے سوچا۔

اکمل کا ذکر میں نے اپنے دوست

ساجد سے کیا۔ اس کی ایک بڑی فرم تھی۔

میں نے دوست کو راضی کر لیا۔ اکمل نو کرئی

کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ اعلیٰ تعلیم بھی

حاصل کرنے لگا۔

کئی سال گزر گئے۔ ایک دن اکمل کا

فون آیا۔ اس نے مجھے دعوت دی تو میں

نے دعوت قبول کر لی۔ مقررہ وقت پر میں

پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں ہکا بکا رہ گیا۔

بڑے بڑے سرکاری افسران ۱۰۰ اکڑ اور

بڑے کاروباری لوگ آئے ہوئے تھے۔

اکمل مجھے دیکھتے ہی میری طرف پکا۔ میری

خواب آؤ بھگت کی۔ مجھے مہمان خصوصی کے

طور پر بلایا۔

پندرہ گھنٹہ کھانے کے بعد اکمل نے

سب کو کھٹک کیا اور اپنی کھانی خانے لگا۔

دو گنہ رہا تھا۔ میں ہر طرف سے مایوس

ہو گیا تھا۔ ہر جگہ سفا رش اور شوت کا زور تھا۔

اس وقت اللہ کا شکر ہے کہ اشرف صاحب

نے میری ہر طرح سے مدد کی۔ مجھے مانی لگا کہ

میں بھی مدد مہیا کی اور میری سفا رش بھی

کی۔ میں جو کچھ ہوں اس کا سہرا اشرف

صاحب اور ان کے دوست یعنی میرے

افراد ساجد صاحب کے سر ہے۔"

کمرہ چلیا میں نے کوئی اٹھا۔ سب

میری طرف تھوڑی تھوڑی سے دیکھ رہے

تھے۔ اکمل نے میری اتنی تعریف کی کہ میں

شرمندہ ہو گیا۔ سب حیران میری طرف

دیکھ رہے تھے۔ جی کہتے ہیں کہ جوا چھپا کام

بھی کیا ہائے اس کا سلیمہ ورنہ ہے۔

چھوٹی سوچ

لاٹہ نور کر اپنی

تھوڑی دھڑلے کے گھر میں آن ہر طرف

دھڑلہ خراہی تھی۔ آن ان کے انگوٹے

بٹے پاس کی شادی تھی۔ سچوہ ریاضی کے

پاس اللہ کی برکت موجود تھی۔ میں ایک جی

کی تھی تھی۔ ان کی تقریب دو سال پہلے ہی اس

دعا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ اس خوشی کے

موقع پر ان کی کئی محسوس ہو رہی تھی۔ تقریب ختم

ہونے کے بعد سچوہ صاحب نے مہمانوں کو

رخصت کیا اور اپنے کمرے کی طرف

چل پڑا۔ سچوہ صاحب ہنسنے پھینکنے ہی ہو گئے

۔ شادی کی تیاریوں نے انھیں بہت تھکا دیا تھا۔

کچھ دن بعد انھوں نے پاس کو بلایا

اور کہا۔ "چینا! آپہ میں بلا سا ہو چکا ہوں۔

اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ میرا

کارہ پارٹ سنبھالو گے۔"

سچوہ صاحب اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ

دھڑلے کے ان اٹھی خوشی گزار رہے تھے۔ اللہ نے

انھیں ایک بڑے کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔

وہ جی کی ایک سراج تھی۔ اور ان کے

ہر وقت ہوتی۔ عازم نے انھیں بتا کر کوئی

بڑی عورت ایک عری کے ساتھ آئی ہے
اور آپ سے ملنا چاہتی ہے۔

سیلو صاحب نے ملازم کو غم دیا
”اے صاحب! وہم میں لٹا نہیں۔“

سیلو صاحب جب دارنگہ روم میں
پہلے تو وہ بڑی عورت سردی سے کاپ
رہی تھی اور ایک نو جوان عری اس کے

ساتھ تھی تھی۔ سیلو صاحب نے ملازم کو
کافی اڑنے کا اشارہ کیا اور عورت کے آنے

کا سبب معلوم کیا۔

عورت نے بتایا: ”میں اس اپتال
میں لڑی تھی، جہاں آپ کا بیٹا پیدا ہوا تھا۔
اور اسلے یہ بولا کہ میرے ساتھ موجود ہے۔

یہ آپ کی بیٹی ہے۔ آپ کی بیٹی کو ایک بیٹے
کی نوادش تھی۔ مجھے یہ بات معلوم تھی۔

میں نے انعام کے لالچ میں ایک عورت
کے بیٹے سے اس بیٹی کو بدل دیا۔ اتفاقاً

سے وہ لاوارث عورت تھو دن بعد مر گئی تو
دوبیتی میں سے لے لی۔ میری کوئی اولاد

آئے تو ان کا بیٹا بھی ساتھ تھا۔ سیلو ریاض
کی بیٹی سیلو وارث کو پسند آگئی۔ سیلو
ریاض کی بیٹی کی شادی سیلو وارث کے بیٹے
سے ہو گئی اور وہ اپنے اس اہم فرض سے بھی
سبکدوش ہو گئے تھے۔

عمل

میرزا آقا بہ بنی و ایک

دانش اپنے والدین کا کلون بنا تھا۔ انکو
ہونے کی وجہ سے اسے والدین کی طرف سے
حد سے زیادہ محبت حاصل تھی اس کے والدین اگرچہ
غریب تھے لیکن انھوں نے اس کی پرورش
نہایت شاندار طریقے سے کی تھی اس کی ہر
خواہش کو پورا کیا تھا، لیکن دانش نے اپنے
والدین کے اس پیار کا اتنا صلہ دیا وہ بہت
ضد ہو گیا تھا۔ بات بات پر ضد کرتا کہ وہ اس
کی عادت بن چکی تھی۔ اب جب کہ اس نے
پرائمری کا امتحان پاس کر لیا تھا، وہ اپنے باپ
سے شہر کے کسی ایسے اسکول میں چلنے کی غرض
کر رہا تھا۔ حالانکہ اسے ابھی طرح معلوم
تھا کہ اس کا غریب والد اس قابل نہیں کہ وہ

اسے شہر کے اسکول میں داخل کر سکے، لیکن
دانش میاں پر تو جیسے شہر کے بڑے اسکول میں
چلنے کا بہت سوار تھا۔ آغا اس کے والد نے
تھکدتی کے باوجود اسے شہر کے اچھے سے
اسکول میں داخلہ دلوا دیا۔ دانش جوں کہ بہت
ضد تھا اس لیے والد کا یہ خیال بھی تھا کہ شاید
ماحول کی تبدیلی سے وہ بدل جائے۔

دانش کئے اسکول کے ماحول میں دل
لگ گیا تھا۔ وہ گھر سے ٹھوڑی دور کی سڑک
تک پہلے آتا اور پھر وہاں سے گاڑی میں
سوار ہو کر اسکول جاتا۔ ایک دن اسلامیات کی
کلاس میں اس کے استاد نے چارپا کو علم ابلیس
عمل کے کچھ نہیں، یعنی انسان جو کچھ دیکھے،
اس پر عمل بھی کرے۔ اگر اس پر عمل نہیں کرتا،
جو اس نے سیکھا ہے تو اس کا علم بے فائدہ
ہے۔ استاد محترم نے یہ مثال بھی دی کہ ہم
سب جانتے ہیں کہ راستے میں پڑی ہوئی
تکلیف دینے والی چیزیں دل کو ہٹانا تو اب ہے،
مثلاً حجر، کانٹے وغیرہ، لیکن ہم سب کچھ
جانتے ہوئے بھی راستے میں چلے جاتے اور
پھر نہیں ہٹاتے۔ حالانکہ وہ معمولی سا۔

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے خدائی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پر اسے پاکستان میں ہزاروں مریمینوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکس، حیدر آباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریمینوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے جیسے گاڑیاں درج ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں: غازی آباد، گلشن ہمار، اورنگی نسر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نذر کراچی سیکٹر 11-D، سیکٹر 11-F، نئی آبادی، بسف کوٹھ، لیاری، ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نسر 2، کورنگی سوکار ٹرڈ، کورنگی نسر 4، دنگی کوٹھ، محمود آباد، عمر کوٹھ، ایب کوٹھ، مدرسہ انوار الایمان، سلطان آباد، مدرسہ شیعہ العلوم، وکیل کالونی، اکبر گارڈنز، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نسر 3، شفیق محلہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، موچہ کوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نسر 7، مشرف کالونی، پاک سی، آئیف، ای اور اسے روڈ، لیاقت آباد، پٹی کوٹھی، کورنگی کالونی، جمید کالونی اور ٹیبر۔

ہمدرد نو نہال اسمبلی

ہمدرد نو نہال اسمبلی راولپنڈی ————— راج روت : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نو نہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمان خصوصی اکیڈمی ادبیات پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل محترم ڈاکٹر راشد حمید تھے۔ یوم اقبال کے سلسلے میں اس خصوصی اجلاس کا موضوع تھا



”مراطرین اصری نہیں فطری ہے
خودی نہ بیج غریبی میں نام پیدا کر“
ایکبر اسمبلی مائنس ملاحظہ۔

قرآن مجیدی کی سعادت و ترجمہ نو نہال

ہمدرد نو نہال اسمبلی راولپنڈی میں (ڈاکٹر راشد حمید)
محمد خان و ساجھی طلبہ نے اور

جہ یہ نعمت بکھود سرور کو کہیں صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبلی گردن پی و ساتھیوں نے پیش کی۔
نو نہال مقررین میں سید، میک، زہراء، شاہد، زب، احمد اعوان، رطہ، ساجد، عامر علی اور
بلو خان شامل تھیں۔

قومی صدر ہمدرد نو نہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے فرمایا کہ شام مشرق،
مصور پاکستان حضرت علامہ اقبال چاری مسلم امد کے لیے اور خصوصاً مسلمان برصغیر کے
لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بار سے انہم کے طور پر ہمارے درمیان بیٹھے گئے تھے۔

ماہ تاہم ہمدرد نو نہال ۸۹: ۱۸ جنوری ۲۰۱۸ء



تھارو
توہمال
اسمبلی لاہور

رجسٹرڈ:
سید علی بخاری

تھارو توہمال اسمبلی لاہور میں رجسٹرڈ اور ایجنٹ عاصمہ حبیب انہیں اور توہمال طرہ پر ہیں

علامہ محمد اقبال نے مسلمانان برصغیر میں آزادی کی آئینگی پیدا کی۔ انھیں قومی شخص کا شعور دیا اور قومی قہر اور حصول آزادی کا جذبہ پیدا کیا۔ اقبال کا بیظام بیک وقت قومی اور عالمی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی ایک ہی شخصیت تھی کہ قوم شان و شوکت اور شاہانہ طرز حیات کو ترک کر دے اور سادگی اختیار کر لے تو وہ اقوام عالم میں بلند ترین مرتبہ حاصل کر سکتی ہے۔ ہمارا دین بھی ہمیں یہی سکھائے کرتا ہے۔ شہید نسیم محمد سعید بھی کہا کرتے تھے کہ غربت فتح کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ غربت اختیار کر لی جائے، یعنی سادہ طرز زندگی اپنائی جائے اور ہم ان اقوال پر عمل ہی ہو کر ہی اقوام عالم میں سرخرو سے بلند کر سکتے ہیں۔ اس بار ہمارے توہمال اسمبلی لاہور کے اجلاس کا موضوع تھا:

”عراطریق امیری نہیں فقیری ہے۔ خودی نہ کل فریبی میں نام پیدا کر“

ان کے سینے میں دھڑکتا ہوا درد مند دل، ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور ان کے قدم سے سنوڑا قرطاس پر لکھ جانے والی ہر فکر، اس بات کی گواہ ہے کہ وہ مسلمانان عالم، خصوصاً توہمالوں اور نوجوانوں کو اپنی کھوئی ہوئی میراث (ہم) کو حاصل کرنے، اپنے خالق کی ہدایات، اپنے آقا کی تعلیمات اور اپنے اسلاف کے طریقوں پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور پھر اسے یقین سے دیکھتے ہیں کہ میں کامیابی کی مسافت پر ہوں۔

ڈاکٹر راشد حمید نے کہا کہ شہید نسیم محمد سعید سے نسبت ایک خوش قسمتی سے ہم نہیں۔ نسیم صاحب آج بھی اپنے فائز کردہ اداروں اور اپنے تربیت ساز اور ملیدہ فورم کی بدولت ہم سب میں موجود ہیں اور ان کی اولاد بھی نسیم ہے۔ محترمہ سہیلہ راشد مبارک یاد دہتا ہوں اور ان کا دل سے ممنون ہوں کہ وہ شہید پاکستان کے وراثت سے مطابق قوم کی راہنمائی کا فریضہ بھر پور طریقے سے نبھاتی ہیں۔ شہید پاکستان کا نام لیتا ہوں تو میرا احترام و عقیدت سے جھکتا ہوتا ہے وہ ایک ایسی جستی ہیں، جنہوں نے اپنی قابلیت و اہلیت کا نو پابر اس میدان میں منوایا جس سے وہ منسلک رہے۔ محترمہ سہیلہ راشد جہاں اپنی ملیش قوتیں ہیں کہ انھیں ایسے عظیم والد اور انسان کی صحبت میسر رہی، وہیں نسیم صاحب کی قسمت پر بھی رفق آتا ہے کہ اللہ نے انھیں ایسی عظیم بیٹی عطا فرمائی۔ میں شہید پاکستان نسیم محمد سعید کو راج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنے ادارے میں اردو زبان کو ہی بطور دفتری زبان رائج کیا ہوا ہے۔ جوانی کی پاکستان سے محبت اور اس کے قوانین کے احترام کی دلیل ہے۔

اس موقع پر توہمالوں نے کلام اقبال ایک خاکہ اور ایک رنگارنگ لٹیبل پیش کیا۔ آخر میں دعا سے سعید پیش کی گئی۔

نوناہل خبرنامہ

سليم فرني



لاہور کا شہری قلعہ لکھن میں
لاہور کا شہری قلعہ لکھن میں
پچھلے ہولکے کے آج قلعہ لکھن کے کمرے اور
دہائی قلعہ لکھن کے شہر کے قلعہ لکھن کے
شہر لکھن کے قلعہ لکھن کے شہر لکھن کے
شہر لکھن کے قلعہ لکھن کے شہر لکھن کے
شہر لکھن کے قلعہ لکھن کے شہر لکھن کے
شہر لکھن کے قلعہ لکھن کے شہر لکھن کے



۱۰۰ سال کا قلعہ لکھن کو اسکول اپنا دل کیا
انگریزی اسکول کے بچے اسکول میں
رہنے والے ۱۰۰ سال کا قلعہ لکھن کو کوئی
اسکول اپنا دل کیا۔ اسکول میں بچے اسکول
میں اسکول کا کمرہ اسکول میں اسکول میں
اسکول میں اسکول میں اسکول میں اسکول میں
اسکول میں اسکول میں اسکول میں اسکول میں
اسکول میں اسکول میں اسکول میں اسکول میں
اسکول میں اسکول میں اسکول میں اسکول میں

مہمانانِ خصوصی کی حیثیت سے محقق، شاعر، ناہر اقبالیات پروفیسر ڈاکٹر زاہد مسیح
عالم اور چائینین فرزند اقبال، ناہر قانوں، منیب اقبال شریک ہوئے۔ نوناہل مقررین
میں بی بی قدوسی، مارٹن رضا، آغا سرور، محمد زید الرحمن، احمد عمران، جہانگیر احمد، فیصلہ نور،
عائشہ عاقل، امیرہ بشارت، ملک محمد عادل اور عمر شہباز شامل تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر زاہد
منیب کا مرنے کا کہنا کہ وہ کام بڑوں میں چراغ جلا رہے اور اس کی حرارت و روشنی سے
دوسرے فائدہ اٹھا سکیں، وہ زندہ و جاوید رہتا ہے۔ انھوں نے حضرت علامہ اقبال کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ انھیں ایسے متوسط گھرانے کا طالب علم جس کے پاس
وسائل نہ تھے، مگر اپنی ہمت، قابلیت اور جوہر کی بنا پر اس فوجان کو اعلیٰ تعلیم کی خاطر
یورپ جانے کا موقع ملا اور یہ وہی اقبال ہیں کہ مضمون نے اپنے فرزند کی گراموفون کی
فرمائش پوری کرنے کی بجائے ایک نظم لکھ سکی، جس کا ایک شعر یہ ہے کہ
”مرا طریق امیر بی نہیں فقیر کی ہے
خودی نہ بچ غریب میں نام پیرا کر“

جناب منیب اقبال نے اپنے مختصر خطاب میں کیا کہ علامہ اقبال نے اپنے کام میں
صرف اپنے فرزند چاہو اقبال کو ہی مخاطب نہیں کیا، بلکہ انے والی تمام فوجوں و مضمون کو اپنے کام
کے ذریعے سے پیغام دیا۔ سیکرٹری نے کہا کہ انھیں آئے والے نکل کا شکر بھی کیا جاتا ہے۔

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے کیا دلچسپ دیکھنے والے ملی گزر اور (ان کی تخلیق) میں دلچسپی کے لیے
کریج اور ماحولی کے مکمل پکار دینے والے ہر فرد کو انھیں تاکہ جناب اپنے اور بچہ کرنے میں آسانی
ہو اس کے لیے ہمارے لیے جواب ملے گا۔
<http://hamdardfoundation.org>

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام



آج ہم آپ کو ایک بڑے مشکل کے متعلق بتائیں گے جس کا تعلق بھی رنگوں سے ہے۔
سب سے پہلے ایک موٹے سفید کاغذ پر مختلف انداز کی پتیوں کا خاکہ بنائیں۔ یہاں پانچ
خاکے دکھائے گئے ہیں۔ پھر ان خاکوں میں پتیوں کی مناسبیت سے ڈرائنگ کر کے مختلف
رنگ بھر لیں۔ اب پتیوں کو کاٹ کر انہیں دائرے کی شکل میں جڑ لیں۔ اسے آپ بھار
کے طور پر دیوار پر لٹکا سکتے ہیں۔



تہذیب شام
بہار



سیدہ خدیجہ کاظمہ، تارکھ کراچی

محمد سعید مراد، لیاقت آباد



محمد عمران، اورنگ آباد

محمد امجد، کھانپور

عالیہ ذوالفقار، کراچی



ایک صاحب ایک آرٹسٹ کے پاس پہنچے اور بولے: ”اچھا تو آپ ہیں وہ مشہور
مصور جنہیں پانوروں کی تصاویر بنانے میں کمال حاصل ہے۔“
مصور: ”جی ہاں، کیا آپ کو بھی اپنی تصویر بنوائی ہے؟“

باکمال طبیب

دوستان

پرانے زمانے میں ایک بہت موٹا بادشاہ تھا۔ مٹاپے نے اسے اپنے کاموں سے
معذور کر دیا تھا۔ اس نے شاہی طبیبوں کو جمع کر کے کہا: ”کوئی مناسب تدبیر کرو، تاکہ میرا
بدن بچا ہو جائے۔“ لیکن وہ ایسا کچھ نہ کر سکے۔

پھر ایک مشہور طبیب کو بلایا گیا۔ اس نے کہا: ”میں طبیب سے زیادہ لجوجی ہوں۔
آج رات آپ کے ستاروں کی چال پر غور کروں گا کہ کون سی دوا آپ کے ستارے سے
میل کھاتی ہے۔“

اگلے دن وہ حاضر ہوا اور بولا: ”بادشاہ سلامت! مجھے امن دیا جائے۔“
بادشاہ نے کہا: ”اوسن دیا گیا۔“

حکیم نے کہا: ”میں آج رات آپ کے ستاروں پر غور کرتا رہا۔ آپ کو بہت
افسوس کے ساتھ آگاہ کرتا رہا ہے کہ ستاروں کی چال کے مطابق آپ کی عمر صرف ایک
مہینہ رہ گئی ہے۔ اللہ کے حکم سے میری پیش گوئی ملنا نہیں ہوتی۔“

یہ سن کر بادشاہ کے ہوش اڑ گئے۔ اب وہ سب تعزیمات ہالہ سے طاق رکھ کر
لوگوں سے الگ تھک تھکا سوچ اور فکر میں مبتلا رہنے لگا۔ حکومت کا کام اپنے بیٹے کے سپرد
کر دیا۔ بدون اس کا غم بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ گھٹ گھٹ کر اس کا وزن کم ہو گیا۔

انہیں دن بعد طبیب کو مشورے کے لیے طلب کیا اور اس سے اپنی صحت کے
بارے میں رائے معلوم کی۔

طیب نے کہا: "اللہ بادشاہ کی عزت بڑھائے۔ مجھے تو اپنی عمر کا علم نہیں تھا آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا۔ میرے پاس آپ کے اوپر غم اور فکر مسلط کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس قدر سے آپ کی چربی گھل گئی اور مٹا پا فتم ہو گیا۔" بادشاہ خوش ہوا اور اسے بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔

— ☆ — ☆ —

ایک جنازہ پارہا تھا۔ طیب "ابن نوع" کی نظر بنانے پر پڑی تو وہ ایک دم چمکا۔ "اے لوگو! تمہارا عزیز زندہ ہے۔ مجھے موقع دو، میں اس کا علاج کروں گا۔" لوگ حیران رہ گئے، لیکن علاج کرانے میں کیا عرصہ تھا۔ اسے امام میں داخل کر کے علاج شروع کر دیا۔ چوبیس کھینے بعد وہوش میں آ گیا۔ طیب سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے پہچان لیا کہ یہ زندہ ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے پاؤں کھڑے تھے۔ جب کہ مردے کے پاؤں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ زندہ ہے صرف اسے سکتا ہو گیا ہے۔

— ☆ — ☆ —

ایک شخص بلند اسے "رے" پہنایا۔ راستے میں اسے صف سے ٹھون آئے کہ اس نے مشہور طیب ابو بکر رازی کو تکلیف پہنائی۔ انھوں نے اس کا براہِ اعتبار سے معائنہ کیا، لیکن کوئی بیماری نہ جان سکے۔ مریض زندگی سے بڑا مایوس ہوا کہ باہر طیب بھی اس کی بیماری نہ پکڑ سکا۔ رازی نے اس سے حالات مفصلاً دریافت کیے اور پانی کی کیفیت پر بھی جو دوران سفر اس نے دیا تھا، اس نے تاجہ کو حوض اور اسے آب کا پانی پلایا۔ رازی فوراً مرض کچھ گئے۔

انھوں نے کہا: "میں اس شرط پر تمہارا علاج کروں گا کہ تم اپنے لڑکوں سے کہو کہ جو میں کہوں اس پر فوراً عمل کریں۔"

اس نے لڑکوں کو رازی کی اطاعت کا پابند بنادیا۔ رازی نے بہت ساری کالی منگوائی اور اس سے کہا، یہ سب اگلے ہمارے وہ حوضی سے اگل کر فیض کریں اور کہنا: "مریض نہیں بھلا جاتا۔" رازی نے لڑکوں کو حکم دیا کہ پکار کر اس کا منہ کھول دو۔ خود اس کے حلق میں زور زور سے کالی فونسنے لگے۔ اس سے نکلنے کا مطالبہ بھی کرتے رہے اور مسکایا بھی ویسے رہے کہ اگر نہ بھلا تو ہار پڑے گی۔ وہ فریاد کرتا رہا کہ مجھے تھے ہوا ہے گی۔ رازی تھے آنے تک کالی حلق میں ڈالتے رہے۔ جب تھے آئی تو رازی نے تھے پر غور کیا تو اس میں جو کھم جو جھمی۔ ہوا یہ کہ کالی جو کھ کے پاس پہنچی تو وہ طبی مزاج کی وجہ سے کالی کے قریب ہوئی اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ طبیعت نے تھے کی صورت میں کالی کو جو کھ سمیٹ باہر پھینک دیا۔

— ☆ — ☆ —

ایک تو حیرانہ کے کے معدے میں شدید درد ہو گیا۔ اکثر اوقات اسے درد کی فیسیں آتھیں۔ یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ اسے اسے مرض کا سبب معلوم تھا وہ طیب جان سکا۔ طیب نے اس سے زمانہ حق دار تھی کے حالات دریافت کیے تو اس نے بتایا: "میں ایک روز باغ میں گیا۔ وہاں ایک جگہ گائیں، بڑھی تھیں اور فروخت کے لیے بازار پڑے تھے۔ میں دانتوں سے انہر کا سر کاٹا اور ذکر کھڑے کر کے خوب کھاتا رہا۔" طیب نے یہ سن کر کہا: "آج تو نہیں کھ میں تیرا علاج کروں گا۔"

دوسرے دن حبیب ہڈیاں میں گوشت کے کچے ہوئے پارہے لایا۔

مریض نے پوچھا "کیا چیز ہے؟"

پہلے یہ گوشت کھائے، کھانے کے بعد ہڈیاں لگا۔ جب دو خوب پیٹ بھر کر کھانے کا تو

حبیب نے کہا: "یہ کتے کا گوشت تھا جو تم نے کھایا ہے۔"

یہ سنا تھا کہ اسے فوراً قے ہو گئی۔ حبیب نے قے میں سیاہ رنگ کی بھجور کی مشعل

جیسی لٹی جو حرکت کر رہی تھی، پکڑ لی۔ مریض نے دیکھا تو وہ ایک بھجور کی تھی۔

حبیب نے کہا: "جہاں انار چڑے تھے، وہاں گائے کی بھجوریاں بھی تھیں۔ کوئی

بھجور یا انار کسے سر سے پر آگئی تھی۔ جب انار تم نے منہ میں لے کر کھاتو تو وہ انار چھوڑ کر صحن

میں آگئی۔ مجھے معلوم تھا کہ بھجور یا کتے کے گوشت پر لایا وہ کبھی ہے۔ خبردار! آجندہ بغیر

دیکھے کوئی چیز منہ میں نہ ڈالنا۔"

☆ ☆

حاجیوں کا قافلہ عرب کے ایک ایسے قبیلے سے گزرا، جہاں تین بیٹیں مطلب کرتی

تھیں۔ ایک قصے نے انہیں دیکھنے کے لیے اپنے ایک ساتھی کی پٹلی کی لکڑی سے پھیل

دیا۔ اس میں خون بہنے لگا۔ اسے اٹھا کر ان بیٹوں کے پاس لایا اور بتایا کہ اس کو سناپ

نے کھا ہے۔ ان میں سے چھوٹی بیٹن نے کہا: "اس کا جسم ایسی لکڑی سے پھیل گیا ہے،

جس پر آرسا پ نے کارہر لگا ہوا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو اوصپ

لگے گی تو یہ مر جائے گا۔"

واقعی جب سورج طلوع ہوا اور اوصپ لگی تو وہ قصص مر گیا۔

☆

معلومات ہی معلومات

علامہ حسین عین

ذوالکھر تین (دو ہجرت کرنے والے)

ذوالکھر تین (دو ہجرت کرنے والے)، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ پہلی ہجرت عراق سے کوفہ کی جانب اور

دوسرے کوفہ سے ملک شام کی طرف۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے مقبرے اور شروع سے اہل عرب کے خلاف

تھے۔ اسی وجہ سے کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالنے کی سازش کی۔ جب آپ کو

آگ میں ڈالا گیا تو آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساجزادے ہیں۔

ذوالکھر تین، حضرت ہفتر علیہ السلام کا بھی لقب ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

چچا زاد بھائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سگے بھائی تھے۔ وہ عمر میں حضرت علی سے

دس سال بڑے تھے۔ انھوں نے کتے کے کافروں کے مظالم سے ٹھک کر اپنی بیوی

حضرت اسماء کے ساتھ حبش ہجرت کی۔ حبش کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں ان کی تقریر

اور سورہ مريم کی تلاوت کی شہرت رہی۔ اس کے بعد وہ دس سال حبش میں رہے۔ دوسری

ہجرت فتح خیبر کے بعد مدینے کی جانب کی اور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اللہ کے رسول نے انھیں گلے لگایا اور بیٹائی چوم کر فرمایا: "مجھے نہیں معلوم کہ مجھے ہفتر

کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا فتح خیبر کی۔"

قرآن و حدیث میں ان کے دونوں ہاؤز کٹ گئے، مگر پھر بھی انھوں نے علم کو گرنے نہیں دیا اور پھر وہ شہید ہو گئے۔

گجرات

گجرات ہمارے ملک کے سو بے حجاب کے ایک شہر کا نام ہے، جو ضلع کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس کے شمال میں کشمیر اور کوہ الہیہ کی بلند و بالا چوٹیاں جیپ سٹن پے آگرتی ہیں۔ گندم، چاول اور دالیں وغیرہ اس ضلع کی اہم پیداوار ہیں۔ گجرات کے چھپے چورے پاکستان میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ زمیندار کاٹے اور سرسید کاٹے یہاں کے اہم قطعی ادارے ہیں۔ منسل یاد شاہ، اکبر کے دور کا قہر گرایا ہوا تمام اور قلعہ اب بھی موجود ہے۔ اور ملک زیب کا کشمیری بیوی راج محل کا حصار بھی ہے۔

گجرات، مغربی بھارت کی ایک ریاست کا نام بھی ہے، جہاں کی زبان گجراتی ہے۔ اس ریاست کی اہم پیداوار چاول، پاجرا، جوار، گندم اور مکی ہیں۔ عمدہ کپڑے کی صنعت کاسب سے بڑا مرکز ہے۔ یہاں معدنیات بھی کافی ملتی ہیں۔

فرضی پرندے

فکس (PHOENIX) پرانی زبان کا لفظ ہے۔ یہ ایک نہایت خوش آواز اور خوش رنگ افسانوی پرندے کا نام ہے، جسے موسیقار پرندہ بھی کہتے ہیں۔ داستانوں میں یہ پرندہ عرب میں پایا جاتا ہے۔

ہا، ایک اور مشہور فرضی پرندے کا نام ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ جس کے سر پر سے گزر جائے وہ امیر ہو جاتا ہے۔

دھوپ چھاؤں

پاکستان میں اردو کے بزرگ ترین شاعر نسل دہلوی کے ایک شعری مجموعے کا نام "دھوپ چھاؤں" ہے جو ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ یہ ترتیب کے اعتبار سے ان کا چھٹا اور آخری شعری مجموعہ تھا۔ نسل دہلوی ۹ نومبر ۱۹۱۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اصل نام مسعود الحسن تھا۔ ۲۳ سال کی عمر پر زندگی گزار کر ۲۳ ستمبر ۲۰۰۲ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ دھوپ چھاؤں، ایک نامکمل خودنوشت (آپ جی) کا نام بھی ہے جو مشہور افسانہ نگار، مدیر اور کئی انسٹیٹیو پیڈیا کے مؤلف سید قاسم محمود کی تھیں ہوتی ہے۔ سید قاسم محمود ۱۷ نومبر ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے ماہ نامہ طالب علم (سائنس میگزین)، افسانہ ڈائجسٹ، اسلامی ڈائجسٹ، پاکستان ڈائجسٹ، ماہ نامہ علم القرآن اور اچانے علوم جیسے جریدہ جاری کیے، اسلامی انسٹیٹیو پیڈیا، انسٹیٹیو پیڈیا پاکستان اور سیرۃ النبیؐ انسٹیٹیو پیڈیا سمیت کئی شاہکار انسٹیٹیو پیڈیا مرتب کیے۔ ان کے ادارے کا نام بھی شاہکار تھا۔ ان کا انتقال ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء کو لاہور میں ہوا۔

ہم آواز، مگر معنی مختلف

کوس، ہندی زبان میں تین برابر لڑکی لمبائی یا آستین کے کٹ کو کہتے ہیں۔ کوس، قاری میں دھانس (جس کا کھانسی کی آواز) یا دامہ، اٹھارے کو کہتے ہیں۔ ٹوک، قاری میں مکی سٹائی یا بے لے گئے کو کہتے ہیں۔ ٹوک، ہندی میں اونچی اور سربلی آواز کو کہتے ہیں نہ صرف عام میں کوئل کی آواز کو کہنا کہتے ہیں۔





تھے حرام اور

ہنی گھر



نقوش سیرت

شمید حکیم محمد سعید

ابھی زندگی گزارنے اور پاکیزہ اخلاقی اور عادی اپنانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک سے لیے بہترین نمونہ ہے۔ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کس طرح سے عمل کیا، مہارت کیسے کی، دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ کیسے پیش آئے، سبکیوں اور مکتبوں کے ساتھ آپؐ کا بیٹا کیا تھا، آپؐ نے محبت اور عدل و انصاف کی جو مثالیں قائم کیں، سب ہمارے لیے کردار کا اعلا نمونہ ہیں۔

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کے مختلف واقعات لکھائے آسمان اور زمین انھیں انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

پہلے یہ کتاب پانچ حصوں میں تھی۔ قارئین کی سہولت کے لیے اب ان کو کچھ کر کے مکمل ایڈیشن میں شائع کیا گیا ہے۔

بچوں کے لیے یہ ایک بہترین تحفہ ہے، جس سے بڑے بھائی خاندان اچانک بنیں۔

غوب صورت کاغذ : پر ۱۵۰

منوگی جس پر کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے

منوگی میں مکمل سیرت کا مہ ۱۲۰ روپے

مدرسہ دارالعلوم دیوبند، لاہور، پاکستان اور دیگر مراکز، کراچی۔ ۲۰۰۰ء

① ایک مال دار نوجوان سے ایک بھکاری نے کہا: ”صاحب! کیا بات ہے دو سال پہلے آپ مجھے دس روپے دیتے تھے، پچھلے سال سے پانچ روپے دینے لگے اور آج صرف ایک دیا؟“

نوجوان بولا: ”بھئی، دو سال پہلے میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ پچھلے سال میری شادی ہوئی اور اب میرا ایک بچہ بھی ہے۔“

موسلہ : کرشن پرودہ، اٹلی

② ایک صاحب نے تصویر کی لمٹائش میں ایک پردے پر بنی ہوئی تصویر دیکھ کر اس کی تعریفیں شروع کر دی: ”دادا! کیا عمو و شاد کار ہے۔ ایسے پردے پر آکا خوب صورت آرٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔“

موسلہ : فتح کراچی

③ ایک آدمی باورچی کی نوکری کے لیے ایک گھر پر پہنچا۔ مالک نے پوچھا: ”کیا نام ہے؟“

”میرا نام خدا بخش ہے۔“

”جہاں آپ کوئی تصویر نہیں، بلکہ میرے

خون اللہ ورنک بٹو سا بیواں: محمد صوبہ ظفر، راج محمد بٹو سکھر، زرین علی بٹو ڈیرہ غازی خان، رئیس احمد بٹو بٹو بٹو وجام: سحر اہلسی بٹو اسلام آباد: منیف بٹو۔

۱۰ درست جوابات کیجئے والے علم دوست نونہال

بٹو کراچی: سندس آسیہ، مہر اللہ طارق الہی، نقشب قیصر، حسین اسلم، شرف شہزادہ بشری، مشتاق بٹو جزا نوالہ: مطلع اللہ بٹو سکھر: روپاب، فاطمہ بٹو میر پور خاص: محمد عطاء خان بٹو سکھر آباد: ولید احمد کبھو بٹو لاہور: ولید الخرف۔

۹ درست جوابات کیجئے والے صحیح نونہال

بٹو کراچی: محمد عبدالغفار، نظام علی بٹو لاہور: طلحہ، جہا بٹو سکھر: اسرار عورت۔
بٹو اکٹھ: فیضان علی بٹو ڈیرہ: سید پرواز، سامر عثمانی بٹو چنڈ داون خان، محمد صدیق بٹو بٹو سدوال: محمد عمر۔

۸ درست جوابات کیجئے والے پُر امید نونہال

بٹو کراچی: ارشد اہلسی بٹو میر پور خاص: اے ناز بٹو چشتیوں: محمد اسد شاہ۔

معذرت: نومبر ۲۰۱۷ء کے شمارے میں مضمون "عامہ اقبال کے استو" میں مسئلہ نمبر ۱۲ پر سہ ۱۹۲۳ء طبعہ شائع ہو گیا ہے۔ علامہ اقبال گو سر کا خطاب ۱۹۲۲ء میں ہی ملا تھا۔ ہم نے خدمات کے سلسلے میں دونوں سزا درست تسلیم کر لیے ہیں۔

بلا عنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال نومبر ۲۰۱۷ء میں جناب حسن عادل کی بلا عنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کئی نے بہت خوب کر کے نئے نئے عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ جو نئے نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تسلیل وارن ذیل ہے۔

- ۱۔ رو بٹو کی انسانیت: نجم الدین قریشی، اگر وہ جگہ کا کوئی
- ۲۔ بے زبان ہمدرد: ملک محمد اسلم، راولپنڈی
- ۳۔ محبت کا جاوہر: سید محمد عینی، شیخوپورہ
- ۴۔ چہ چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں
- ۵۔ درد کا رشتہ۔ بے جان محبت۔ رو بٹو بٹو۔ محبت فاتح عالم۔ مبین کا پیار۔
- ۶۔ محبت زندگی ہے۔ محبت کی طاقت۔ محبت کی جڑی

ان نونہالوں نے بھی اچھے اچھے عنوانات بھیجے

بٹو کراچی: سندس شمشاد غوری، ریان خان، عیسیٰ زئی، محمد معین انصاری، اکملہ ادریس، انکساف غفر، جہا بٹو، عازم خان، نازش فاطمہ، میری فرزین، سیدہ شکیلا، شکیلا علی، محمد اسلم، عاصم خان، احمد عثمانی، محمد سفیان، صرب فاطمہ، ہادی پرویز، حسین، لہیا، فرید اسلم، محمد بلال، صدیقی، مریم فرید اسلم، نقشب قیصر، سید مطراخ طاہر، طلحہ، محمود، شرفہ شفیق انصاری، محمد حسان، عامر، عیسیٰ اختر، مہوش حسین، مہر اللہ طارق الہی، شاد بٹو، عالم، روزنا بٹو، سیدہ زویا، ماسرغ مسعود، شان، صبا، عبدالغنی، غازی، عیسیٰ، ابا مسرا، اہم بیان، اسرار، شاد، طارق، سیدہ، جوہر، پرتھوی، سیدہ

[illegible]

ماہنامہ ہندوستان، ۱۸ جنوری ۲۰۱۸ء

ہنڈ کلپا

چکن مائی یونی ایکن فاطمہ، میری خاص

مرقی کا گوشت البیر ہڈی : ایک کلو / دہی : آدھا کلو

پہا ہوا بس : ایک کھانے کا چمچ / پہا ہوا سلید زبرہ : ایک کھانے کا چمچ

یہی ہوئی اور ک : ایک کھانے کا چھ / لیوں کا رس : د کھانے کے چھ

پیرا دھنیا (چوب کیا ہوا) : آدمی گڈی / ہری مرچیں (چوب کی ہوئی) : آٹھ عدد

۱۔ حب و انکسار / رحمن کا تیل : آٹھ کھانے کے بچے

ترکیب : اسی کو پھٹ کر محل سے کپڑے میں ڈالیں اور خوب دبا کر اس کا پانی بنالیں۔

لیں۔ اس دہی میں مرغی کے گوشت کی بوئیاں اور تمام اجزاء اگر آپکے گھنے کے لیے دکھائی دیں۔

ہر ایک کو سونوں میں ڈالیں۔ ہر ایک کو آئینہ ملی پر چٹکیں پڑاؤں میں ایک کر میں۔

بیس کا علاوہ

میں : ایک پاؤ / چینی : ایک پاؤ / اٹھارے : چار عدد

روزہ : آدھا کلو / کھی : ایک پاؤ

ترکیب : بیسن کو اچھی طرح تھپی میں بھون لیں۔ ۱۰۰ gm انگوٹھوں کو گرچہ، میں ڈال

کرا آمیزہ بنائیں۔ اب بچھے ہوئے نمک میں ۱۱۰۰ اور اٹھاس کا آمیزہ شامل کر بھی اور مزید

☆ قہوڑی اور بھون لیں۔ مزے دار دھن کا طوا پڑ ہے۔

ماہنامہ ہمدرد کوئٹہ ۱۱۹ : جنوری ۲۰۱۸ء

mothercare



Soft
and
Smooth!

نونهال لغت

اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء
اسماء	اسماء

طویلہ طویلہ
عصیان عیان
جیہیں سائی جیہیں سائی
اسلاف اسلاف
آسرا آسرا
سے ریڈ سے ریڈ
پہلے پہلے
تاج تاج
شہ شہ
سعادت سعادت
مستمر مستمر
مسلک مسلک
شکوہ شکوہ
عدو عدو
قرطاس قرطاس
پاکت پاکت
مراود مراود
طاق طاق